نام نہاد صوفیوں کی ہفوات و مزخرفات اور اصل و برحق صوفیائے امت کے
اقوال شطحیات کے حوالے سے ایک باطل سوز تحریر

تصوف کے بدلتے رنگ

از قلم

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

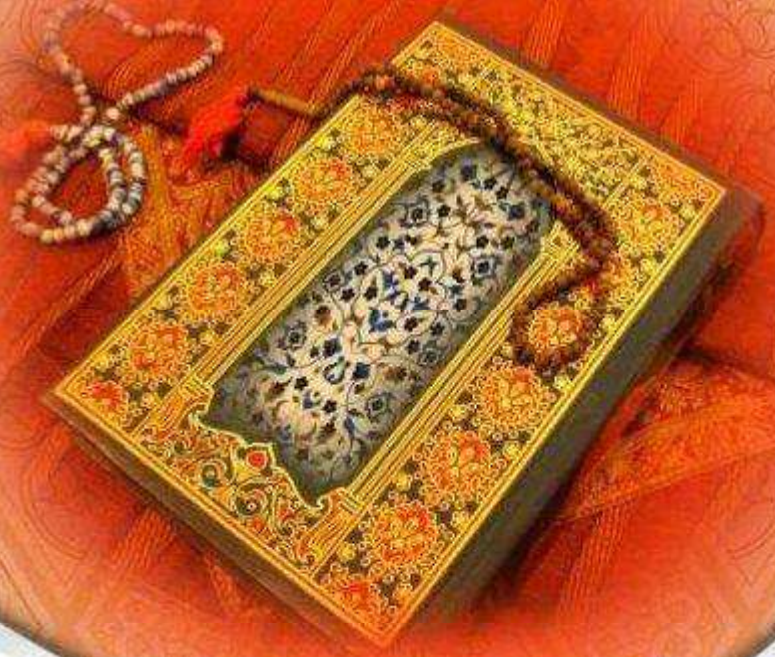

ناشر

نوری دارالافتاء
مدینہ مسجد، محلہ علی خان
کاشی پور، اتراکھنڈ

نام نہاد صوفیوں کی ہفوات و مزخرفات اور اصل و برحق صوفیائے امت کے
اقوالِ شطحیات کے حوالے سے ایک باطل سوز، فتنہ کُش تحریر بنام

تصوف کے بدلتے رنگ

از قلم

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

ناشر

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلّہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

تفصیلات

کتاب: **تصوف کے بدلتے رنگ**

نام نہاد صوفیوں کی ہفوات ومزخرفات اور اصل و برحق صوفیاے امت کے اقوال شطحیات کے حوالے سے ایک باطل سوز، فتنہ کش تحریر

مصنف: **محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی**

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلّہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

ای میل: nooridarulifta786@gmail.com

صفحات: ۶۴

سن اشاعت: ۱۴۳۹ھ/ ۲۰۱۸ء

ناشر: نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلّہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

رابطہ نمبر: 9759522786\9719620137

☆

انتساب

امام اعظم،غوث اعظم ،بایزید بسطامی،جنید بغدادی،امام شعرانی،امام غزالی ،مولاے روم،شیخ سعدی،حافظ شیرازی،خواجہ غریب نواز،محبوب الٰہی،امیر خسرو، مجدد الف ثانی،شیخ عبدالحق محدث دہلوی ،میر عبدالواحد بلگرامی،ابوالحسین احمد نوری،آل رسول احمدی،امام اہل سنت اعلیٰ حضرت،مفتی اعظم ہند،صدر الافاضل،صدر الشریعہ،رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وغیرھم

صوفیاے امت کے نام

جنہوں نے ،شریعت کے باغ سے طریقت کے پھول چن کران پھولوں کی خوشبو سے پوری کائنات کو معطر کیا۔

جنہوں نے شریعت وطریقت کی دشوار کن راہوں کو ہموار کر کے سالکین پر احسان عظیم فرمایا۔

جنہوں نے حدودِ شرع میں رہتے ہوے تصوف کی منزلیں طے کرنے کے اسباق پڑھاے۔

جنہوں نے سچے صوفی کی علامتیں بیان کر کے مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی۔

جنہوں نے تصوف کے جھوٹے دعویداروں کو پہچاننے کے ضابطے بیان کئے۔

اللہ پاک ہمیں ان پاکانِ امت کے فیوض وبرکات سے مستفیض فرماے۔

خاکپاے صوفیاے امت

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دارالافتاء،مدینہ مسجد محلّہ علی خاں،کاشی پور

☆

فہرست

پیش لفظ: اپنی بات 5

مقالہ: کار پاکاں را قیاس از خود مگیر 9

چہ نسبت خاک را با عالم پاک 11

شطحیات اصفیا کا مفہوم و احکام 17

بزرگوں کے کلام میں کفر و اسلام کے مفہوم کا حکم 22

بزرگوں کی شاعری میں بت پرستی کا ذکر 29

شطحیات پر اصفیا و علما کا ردعمل 32

تاثرات علماء کرام:

علامہ محمد عبد المبین نعمانی 37

مفتی مطیع الرحمٰن مضطر رضوی 38

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری 39

مولانا قمر الزماں مصباحی 42

مولانا غلام ربانی شرف نظامی 42

مولانا غلام رسول بلیاوی 43

مولانا طارق رضا نجمی 43

مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی 44

مولانا طارق انور مصباحی 46

☆

اپنی بات

جس طرح بندوق، طمنچہ، تلوار انسان کی حفاظت کی غرض سے بنائے گئے ہیں اس کا ناحق استعمال کسی کی جان کے لئے خطرہ بھی بن سکتا ہے، اسی طرح قلم کا مقصد بھی انسان کے افکار و نظریات کی حفاظت اور تعلیم و تربیت دینا ہوتا ہے، لیکن اگر کوئی قلم کا ناحق استعمال کرتا ہے تو وہ بھی کسی کے ایمان کے لئے خطرہ بن سکتا ہے۔

اور ہمیشہ سے یہ بات دیکھی گئی ہے کہ اگر تلوار و بندوق کسی نا اہل کے ہاتھ لگ جاتی ہے تو وہ اس کا غلط استعمال کئے بغیر نہیں رہتا، اسی طرح جب نا اہل کے ہاتھوں قلم لگ جاتا ہے تو اسے بھی اس کا صحیح استعمال کرنا نہیں آتا بلکہ وہ اس کے ذریعہ لوگوں کے افکار و نظریات پر شب خون مارنے کی کوششیں کرتا ہے، ان کے ایمان و عقائد پر حرف زنی کرتا نظر آتا ہے۔

آج اس دَورِ پُرفتن میں بھی ایسے لوگ کافی تعداد میں پائے جا رہے ہیں جو قلم کا صحیح استعمال نہ کر کے مذہب و مسلک کی خدمت کرنے کے بجائے خود کو چمکانے اور اپنے محدود حلقہ میں واہ واہی لوٹنے میں اس قدر مصروف ہیں کہ انہیں خبر ہی نہیں کہ ان کی قلم کی آوارگی سے کتنوں کے عقائد متزلزل ہو رہے ہیں، ان کے قلم کی سیاہی کتنوں کی پیشانیوں پر کالک پوت چکی ہے۔

ان کے قلم کی نوک نے کتنی عقیدتوں کو مجروح کر دیا ہے۔ اور کتنے لوگ دینی آوارگی، آزاد خیالی کے مرتکب ہو چکے ہیں۔ اگر یہی حالات رہے تو لوگ جس طرح بندوق و تلوار سے ڈرتے ہیں قلم سے ڈرتے نظر آئیں گے۔ دور حاضر میں ایسے، مضر عناصر سے خود کو بچانے کی سخت ضرورت ہے۔ لکھنا لکھانا، پڑھنا پڑھانا، تحقیق و تفہیم یہ سب درست ہے مگر تب تک جب تک کہ وہ شرعی حدود میں ہو، اگر شرعی حدود سے متجاوز ہو تو ایسا لکھنا پڑھنا ایسی تحقیق و تفہیم سے گمراہی کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آتا ہے۔ اپنی بات رکھنے کا ہر ایک کو حق ہے مگر وہ بات اگر شریعت کے دائرہ سے باہر نکل رہی ہو تو ایسی بات کہنے لکھنے کا کسی کو بھی حق حاصل نہیں ہے۔

کوئی کفرواسلام کے مابین معرکہ آرائی سے پریشان ہوکر کفرواسلام کی سرحد سے الگ دورنئی دنیا بسانا چاہتا ہے تو اسے کون روک سکتا ہے۔

مگر ہاں دوسروں پر اپنا شوق مسلط کرنے کی ناپاک جسارت کی اجازت اسے ہرگز حاصل نہ ہوگی۔

کسی کو حنفیت، شافعیت، مالکیت، حنبلیت، سلک سے وابستگی پسند نہیں تو وہ جانے مگر تقلید کے قلاوہ کو کسی اور کے گلے سے اتارنے کا حق اسے حاصل نہیں ہے۔

کوئی چشتیت کی آڑ میں ناچ گانوں کی محفلیں سجائے تو یہ اس کا عمل مگر شرعی قوانین میں دخل اندازی کا حق اسے حاصل نہیں ہے۔

آیت کریمہ: **لاتجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰبائھم او ابنائھم او اخوانھم او عشیرتھم اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ**

(تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جو مانتے ہیں اللہ اور پچھلے دن کو کہ محبت رکھیں اس سے جس نے ضد باندھی اللہ اور اس کے رسول سے اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ لوگ ہیں کہ نقش کر دیا اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان اور مدد فرمائی ان کی اپنی طرف کی روح سے)

اور بھی متعدد آیات قرآنیہ کے حکم ترک موالات کے برخلاف اگر کوئی کفار ومشرکین سے اخوت ومحبت، کا دم بھرتا ہے تو اس کا فیصلہ رب کرے گا مگر اسے دوسروں کو اپنی خود کی ایجاد کردہ شریعت پر عمل کے لئے اکسانا اور انہیں اس کی ترغیب دینا، ہرگز قابل برداشت نہیں ہے۔

زبان اور قلم مافی الضمیر کو بیان کرنے کا ایک ذریعہ ہے، بلاشبہ زبان وہی بولتی ہے قلم وہی لکھتا ہے جو دل میں ہوتا ہے۔ اس لئے کسی کی تحریر سے اس کے افکار ونظریات اور اس کی ذہنیت ونیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ابھی قریب میں ہم نے ایک رسوائے زمانہ میگزین میں درج ایک مضمون کا مطالعہ کیا تو حیرت کی انتہا نہ رہی، کہ جو لوگ دوسروں کو مسلک میں غلو کرنے اور محبت وعقیدت میں اندھے پن کا طعنہ دیتے نہیں تھکتے، وہ اپنے ممدوح ومربی کی عقیدت میں اس قدر مستغرق ہوگئے ہیں کہ

انہیں اپنے ممدوح کی گمراہ کن، ایمان سوز باطل افروز باتوں میں سعدی، شیرازی، امیر خسرو کی تصوف آمیز، نور بیز دل آویز حقائق ومعارف سے لبریز، ایمان افروز کفر سوز نکتہ سنجیاں نظر آرہی ہیں۔

ہم نے اس تفصیلی تحریر کا اجمالی جواب دینے کی کوشش کی ہے، اور بس یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ غزالی، رازی، مولائے روم، سعدی، شیرازی، امیر خسرو، یہ وہ تصوف کی مایہ ناز ہستیاں ہیں جنہوں نے تخم اخلاص سے تصوف کی کھیتی کو جوتا ہے، یاد الٰہی میں نکلنے والے آنسوؤں سے اسے سیراب کیا ہے، جس کی بالیاں تسبیح اور جس کے دانے صدائے اللہ اکبر ہے۔ اس لیے تصوف کی اس کھیتی پر ان کی اجارہ داری ہے غیروں کو اس میں دخل اندازی کا ہرگز حق حاصل نہیں ہے۔ ہاں البتہ وہ تصوف کے قوانین کے حدود میں رہتے ہوئے استفادہ کی کوشش ضرور کر سکتے ہیں۔

اور ان عظیم شخصیات سے فیوض وبرکات اخذ کر سکتے ہیں۔ مگر ہمسری کا خیال ہرگز دل میں نہ لائیں، کیوں کہ یہ وہ ہیں جن کے مقام ومرتبہ کو ہر کس وناکس نہ پہنچ سکتا ہے اور نہ سمجھ سکتا ہے۔ اور ان کے افعال واقوال کو ہر کوئی سمجھ پائے یہ بھی سمجھ سے باہر ہے۔

ان کے اقوال وافعال اپنے اوپر قیاس کرنا اور اس کی آڑ میں کفر وگمراہی کی تعلیم دینا شریعت کا مذاق اڑانا علما کی تضحیک وتوہین کا مرتکب ہونا خود کو سب سے بڑا دانا سمجھنا، حماقت ہے حماقت، اس کا دانشمندی سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے۔

اللہ پاک ایسوں کو سمجھ عطا فرمائے اور ہمیں ایسے شر پسند عناصر کے ہر شر سے محفوظ فرمائے، مذہب حق، مذہب اہل سنت وجماعت، مذہب امام اعظم ابوحنیفہ، جو اس دور میں مسلک اعلیٰ حضرت سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ اس مسلک پر استقامت عطا فرمائے۔

آخر میں عرض کرتا چلوں کہ اس مضمون کو ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، پیکر خلوص عمدۃ العلماء علامہ عبدالمبین نعمانی صاحب قبلہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کتابی شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔ میں حضرت کا ممنون وشکر گزار ہوں کہ حضرت موصوف نے مضمون کو پسند فرمایا اور اس پر اپنا قیمتی تاثر عطا فرما کر میرے حوصلوں کو توانائی بخشی۔

ساتھ ہی ساتھ ان تمام کرم فرما علما کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے فقیر کے اس مضمون پر اپنے قیمتی تاثرات عطا فرمائے۔

علاوہ ازیں یہ مضمون قاطع صلح کلیت، مروج مسلک اعلیٰ حضرت، رسالہ نافعہ منیفہ دو ماہی الرضا پٹنہ سے بھی شائع ہو چکا ہے۔ اور اس پر کئی مشاہیر علما کے تاثرات بھی رسالہ کی زینت بن چکے ہیں۔ جو میرے لئے کسی نیک فال سے کم نہیں ہے۔

اللہ پاک اس مبارک رسالہ کو دوام بخشے، اور اس رسالہ کی خدمت میں مامور حضرات پر خصوصی فضل نازل فرمائے۔ اور ان کے ساتھ مجھے بھی خلوص سے خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین علیہ الصلاۃ والتسلیم

نیازمند:۔ محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

خادم نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلّہ علی خاں کاشی پور

☆

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر

مولاے روم نے کیا خوب فرمایا

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر و شِیر

(پاک لوگوں کے افعال کو اپنے اوپر قیاس مت کرو اگرچہ لکھنے میں شیر (جانور) اور شِیر (دودھ) ایک جیسے ہوں۔

جس طرح شیر اور شِیر میں بون بعید ہے اسی طرح کل کے صوفی اور آج کے صوفی میں بہت فرق ہے۔

کل جو صوفی کہتے تھے اس میں اخلاص کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا اور آج جو صوفی کہتے ہیں اس میں سوائے اخلاص کے سب کچھ ہوتا ہے۔ (الا ماشاءاللہ)

آج کچھ نام نہاد صوفیوں نے قوم کو گمراہی کے غارِ عمیق میں دھکیلنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔ بزرگوں کی شطحیات کو ڈھال بنا کر اپنی ہفوات و مزخرفات سے شریعتِ حقہ کا مذاق اُڑانا اپنا شیوہ کرلیا ہے۔ اور ان خلافِ شرع حرکتوں میں چند بذلہ خوار، مولوی کہلائے جانے والے مریدوں کو اپنا معاون بنا کر انہیں ڈھال کے طور پر اپنایا جا رہا ہے۔

وہ بے چارے مرید اپنے صوفی کہلائے جانے والے پیر سے چند تصوف کے اسباق سن کر اور ان کے کچھ فارسی اشعار سن کر اس قدر متاثر و مرعوب ہو بیٹھے کہ انہیں غزالی، رومی، سعدی، شیرازی، بسطامی اور سقطی سب کچھ سمجھ بیٹھے۔ انہیں اپنے پیر کی ہفوات و خرافات میں اصفیاے کرام کی شاعری کا عکس نظر آنے لگا۔ وہ اپنے پیر کی خلافِ شرع باتوں کو بزرگوں کی شطحیات پر محمول کر کے علماے حقہ کے شرعی فتاویٰ پر قدغن لگانے میں اس قدر مصروف ہو گئے کہ مدرسہ میں پڑھے شریعت کے سارے اسباق ان کے قلب و ذہن سے یکسر محو ہو گئے۔

اوراب محفلوں میں، جلسوں میں ہر جا، ہر وقت نائبین انبیا کوعلمائے ظاہر کہہ کران کوتنقید کا نشانہ بنانا اپنا مشغلہ کرلیا ہے۔ان کی ہفوات ومزخرفات پرتنبیہ کرنے والے علما کوکم دماغ، خر دماغ گردانا جارہا ہے۔علما کوتصوف کے اسرارورُموز سیکھنے کی ترغیب دی جارہی ہے۔

الغرض خلافِ شرع اُمور کا ارتکاب ببانگ دہل کیا جارہا ہے۔اور بجائے اس کے کہ اس پر خفت وندامت ہوسر اُٹھا کرفخر محسوس کیا جارہا ہے۔

کفر واسلام کی سرحد سے الگ محبت کی دنیا بسانے کی تعلیم عام کی جارہی ہے۔اوراس پر تصوف کے مایہ ناز اصفیا کے شطحیات کوچاندی کے ورق کی طرح استعمال کرکے تصوفانہ رنگ میں رنگنے کی کوشش بیکار کی جارہی ہے،اوراس طرح

"انا الحق ،سبحانی ما اعظم شانی، یاللّٰہ انت عبدی و انا ربک، لوائی ارفع من لواء محمد "

کہنے کی جوازی صورت پیدا کی جارہی ہے بلکہ

لا الہ الا اللّٰہ چشتی رسول اللّٰہ

سے نبوت کی دعوے داری کا میدان سازگار کیا جارہا ہے۔

بالجملہ بزرگوں کی شطحیات کا سہارا لے کرایسی مزخرفات کوعام کیا جارہا ہے جن سے کسی کا بھی ایمان جانے کا خطرہ ہے۔اگر یہی چلتا رہا تو وہ دن دور نہیں کہ ہر صوفی کہلانے والا شخص اپنے مریدوں سے اپنا کلمہ پڑھوانا شروع کردے۔اورحوالے میں

"لاالہ الا اللّٰہ چشتی رسول اللّٰہ" کوپیش کرکے دامن جھاڑ لے۔

اور اگر شریعتِ حقہ کی پیروی کرنے والے علما حکمِ شرع بیان کریں تو انہیں مصطلحاتِ تصوف سے ناواقف ہونے کا طعنہ دے کرانہیں خاموش کرنے کی کوشش کی جائے۔

کوئی بھی داعی الی اللہ بننے کے بجائے

" انا الحق" کہہ کراپنی ربوبیت کا اعلان کردے اور جواب میں حضرت حلاج کی شطح

" انا الحق" سامنے رکھ دے۔

شدتِ فرح کا بہانہ بنا کر

"یااللّٰہ انت عبدی و انا ربک "

کے ذریعہ خدا کو اپنا بندہ اور خود کو اللہ کہنا شروع کردے اور جب تنقید ہو تو حدیث کا حوالہ پیش کردے۔

خود کو "**سبحانی مااعظم شانی**"

کہنے لگے اور دلیل میں بایزید بسطامی کی شطح پیش کردے۔

نبی کے جھنڈے سے خود کا جھنڈا بلند کرنے کا اعلان کرے اور جواب میں بایزید بسطامی کی شطح "**لوائی ارفع من لواء محمد**"

کو بطور دلیل پیش کردے۔

کوئی حقیقت پوچھے تو خود کو جبرائیل و میکائیل، ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ اور تو اور خود کو پیغمبر محمد بتائے اور جواب میں بایزید بسطامی کے کلماتِ سکریہ

"عرش منم فرش منم جبرائیل و میکائیل منم ابراھیم و موسی و عیسی منم و محمدمنم"

سنا کر مدمقابل کو خاموش کردے۔

پہلے کفر و اسلام کو یکساں بتائے پھر ایمان کی مذمت اور کفر کی مدحت کرے۔ بعد میں بت پرستی کی تعلیم دے بلکہ فخریہ طور پر خود کو بت پرست بتائے۔ اور بتوں کے سامنے حاضر ہو کر پوچھنے والوں کو صاف لفظوں میں کہہ دے کہ مجھے بتوں میں ہی خدا نظر آرہا ہے۔

اور کوئی مذہب پوچھے تو بتادے کہ میں نے اسلام اور بت پرستی دونوں ہی اختیار کر رکھی ہیں۔ جواب میں تصوف کی مسلم الثبوت شخصیات، سلوک کی منزلیں طے کرنے والے مقدس سالکین، جیسے فریدالدین عطار، سعدی، شیرازی، مولائے روم، امیر خسرو وغیرہم کے اشعار سکریہ بطور استناد پیش کر کے پلّہ جھاڑ لے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اتنا بھی نہ سمجھے کہ وہ جن صوفیائے عظام کی شطحیات کو پیش کر رہا ہے وہ ان کی قدموں کی دُھول تک بھی پہنچنے کا اہل نہیں ہے۔ کہاں وہ مغلوب الحال، اصحابِ وجد صوفیا کہ علما و صلحا ان کی جذب و مستی ان کی کیفیت بے خودی مغلوب الحالی کے لطیف اسرار و رموز بیان کرتے ہوئے

معرفت کے جام سے لطف اندوزی حاصل کریں۔اور بعد میں یہ بھی کہتے جائیں کہ یہ حضرات مغلوب الحال اور اصحابِ وجد تھے۔حالتِ مستی و جذب میں ان سے یہ کلمات صادر ہوئے ہیں۔جن کا مفہوم سوائے ان کے بس وہی جانے جوان کے مقام تک پہنچ چکا ہے۔

بلکہ امام غزالی جنہیں عمارت تصوف میں مینار کی حیثیت حاصل ہے، وہ ان اصفیاے کرام کے کلام میں کلماتِ سکریہ کے تعلق سے یہ فرمائیں کہ

''یہ متشابہات کے مثل ہیں، جن کا معنی ومراد وہی جانتے ہیں، ان تک ہماری عقل کی رسائی نہیں۔''

امام شعرانی یہ فرمائیں:

''چنانچہ کبھی عارف ربانی اپنی نظم وغیرہ میں حق تبارک وتعالیٰ کی زبان پر یعنی اس کی ترجمانی میں کلام کرتا ہے کبھی لسانِ رسول علیہ الصلاۃ والسلام پر بولتا ہے، کبھی قطب کی زبان پر گفتگو کرتا ہے تو ان میں سے بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی زبان پر کہہ رہا ہے تو وہ انکار میں جلدی کرتا ہے۔''

[طبقات امام شعرانی مترجم بنام برکات روحانی ص۴۰]

مزید لکھیں کہ

''قزوینی نے اپنی کتاب سراج العقول میں امام الحرمین سے نقل فرمایا کہ ان سے جب غالی صوفیوں کے کلام کی بابت پوچھا جاتا تو وہ فرماتے تھے کہ اگر ہمیں کہا جائے کہ ان کے کلام میں سے جو تکفیر کا تقاضا کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ہے اس کی تفصیل بیان کرو تو ہم کہیں گے کہ یہ ایسی طمع ہے جس کا یہ مقام نہیں ہے۔ کیوں کہ ان کا کلام ادراک سے دور۔وہاں چلنا مشکل توحید کے سمندر کی تند و تیز موج سے چلو بھرا جاتا ہے۔'' [مرجع سابق، ص۶۷]

اور کہاں یہ نام نہاد صوفی جن کے بارے میں مولاے روم نے فرمایا:

حرف درویشاں بد ز دیدہ بسے
تا گماں آید کہ ہست او خود کسے

خــــردہ گیــــرد در ســـخن بــر بـــایــزیـد
نـــــــنگ دارد از درون او یـــــــزیـــــــد
هـــر کـــــه دانـــد مـــر را چـون بـــایــزیـد
روز مـــحشـــر حشـــر گـــردد بـــایــزیـد

''یعنی گندم نما جوفروش صوفی بزرگوں کے الفاظ چرا لیتے ہیں تا کہ لوگ انہیں بھی صوفی سمجھنے لگیں۔ یہ لوگ اپنی باتوں میں بایزید بسطامی پر بھی نکتہ چینی کرتے ہیں حالانکہ اِن کا باطن اس قدر کالا ہوتا ہے کہ یزید بھی دیکھ کر شرما جائے۔

جو شخص بھی ایسے صوفیوں کو بایزید کی طرح سمجھے گا اس کا حشر قیامت کے دن یزید کے ساتھ ہوگا۔'' [مثنوی مولانا روم، دفتر اول، حصہ دوم، ص ۲۴۶]

امام غزالی نے شطح کے بیان میں ایسے صوفیوں کی خوب خبر لی ہے جو اپنے کلام وافعال کو بزرگوں کے اقوال واحوال پر منطبق کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ قطعاً اس کے اہل نہیں ہوتے۔

آپ فرماتے ہیں:

''وہ کہتے ہیں ہم سے فلاں بات کہی گئی تو ہم نے یہ جواب دیا وہ حسین بن منصور حلاج کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں جنہیں اس قسم کے کلمات کی وجہ سے سولی چڑھایا گیا تھا۔ وہ منصور کے قول ''**انا الحق**'' اور حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ کے اس قول سے دلیل پکڑتے ہیں انہوں نے ''**سبحانی سبحانی**'' کہا تھا یہ ایسا فن کلام ہے جس سے عوام کو بہت نقصان پہنچتا ہے حتی کہ بعض کاشت کاروں نے کاشت کاری چھوڑ دی اور اس قسم کے دعوے شروع کر دیئے کیوں کہ اس قسم کے کلام سے طبیعتیں لذت محسوس کرتی ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے ان کے خیال میں اعلیٰ مقامات حاصل کرنے کے لئے ظاہری اعمال اور تزکیہ نفس کی ضرورت باقی نہیں رہتی تو غبی کے قسم کے لوگ اس قسم کا دعویٰ کیوں نہیں کریں گے اور وہ من گھڑت اور مہمل قسم کے کلمات کیوں نہیں کہیں اور جب ان کے اس عمل پر اعتراض کیا جائے گا تو بلا تکلف جواب

دیتے ہیں کہ اس اعتراض کی بنیاد علم اور مناظرہ ہے اور علم تو ایک حجاب ہے اور مناظرہ بازی تو نفس کا عمل ہے اور ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں تو یہ نور حق کے مکاشفہ کے باعث ہمارے باطن سے اٹھتی ہے۔

یہ اور اس قسم کی دوسری خرافات جن کا شر شہروں میں پھیل چکا ہے اور عوام کو اس سے عظیم نقصان پہنچا ہے حتی کہ دین میں اس قسم کی باتیں کرنے والے کو مارڈالنا دس آدمیوں کو زندہ رکھنے سے افضل ہے۔" [احیاء العلوم مترجم، ج ا ص ۱۱۵]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ایسے ہی صوفیوں کی مذمت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"سست اعتقادی اهل بطالت باحکام شریعت که آنرا بشرائط و آداب چنانکه بایدادانکردندو نتائج و ثمرات آن رادرنیافتندپس براه ترددو انکاررفتندو درورطه حرمان و خسران ابددرماندند"

یعنی بعض لوگ جو اعتقاد میں سست ہوتے ہیں احکام شرع کو ان کے شرائط کے ساتھ ادا نہیں کرتے اور اس کے نتائج وثمرات کو حاصل نہیں کرتے بلکہ اس کے ردوانکار میں پڑ جاتے ہیں اور اس طرح ہمیشہ محرومی ونقصان میں رہتے ہیں۔"

[فارسی مکتوبات شیخ عبدالحق ص ۲۷۹]

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"حشویه روزگارمیگویندمانیستم همه اوست وایں همه راتوحیدنام کنند و بایں بهانه ازدائره امرونهی بیرون آیندوهرچه خواهند بگویند و هرچه خواهندبکنندو خودرادرویش وصوفی نام نهنند ع بدنام کنندئه نکونامی چند۔ اعاذنااللّٰه من ذلك۔

یعنی آج کل بے دین لوگ کہتے ہیں سب کچھ وہی ہے اور اس کا نام انہوں نے توحید رکھا ہے۔ اور اسی بہانہ سے وہ اوامر ونواہی شرع سے باہر نکل جاتے ہیں۔ جو چاہتے ہیں کہتے ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اس پر طرہ یہ کہ خود کو درویش وصوفی کہلاتے ہیں اور اس طرح یہ چند بدنام زمانہ صوفی نیکوکار

حضرات کو بدنام کرتے ہیں ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔"

[فارسی مکتوبات شیخ عبدالحق ص ۳۳۸]

حضرت میر عبدالواحد بلگرامی فرماتے ہیں:

"اہلِ تصوف کا اخلاق یہ ہے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی) وہ نہیں جو جھوٹے مدعی کہتے ہیں کہ انہوں نے طمع کا زیادت بے ادبی اور گستاخی کا نام اخلاص اور حق سے نکلنے کا نام شطح رکھ لیا ہے۔

یعنی یہ اپنی زبان درازی اور بیبا کی سے وہ باتیں زبان سے نکالتے ہیں کہ وہ دین سے خروج کا سبب ہوتی ہیں۔

یہی لوگ اتباع خواہش کو ابتلا بد خلقی کو رعب و دبدبہ اور حکام سے قربت کو مسلمانوں کے لیے شفاعت کا نام دیتے اور بخل کو دانائی سمجھتے ہیں وغیرہ وغیرہ"

[سبع سنابل شریف، ص ۱۳۴]

حضور اعلیٰ حضرت نے **مقال عرفا باعزاز شرع وعلما** میں ایسے ہی نام نہاد صوفیوں کا ذکر کرتے ہوئے امام عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کی **حدیقہ ندیہ** کے حوالے سے بڑی زبردست بات بیان نقل فرمائی ہے۔ملاحظہ ہو:

"اے عاقل اے حق کے طالب!.....تجھے حد سے گزرے ہوئے ان جاہلوں کی باتیں دھوکے میں نہ ڈالیں جو اپنی طرف سے صوفی بنتے ہیں لیکن وہ خود بگڑے ہوئے اور دوسروں کو بگاڑنے والے ہیں۔

خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔وہ شریعت کے راستے سے ٹیڑھے ہو کر جہنم کے راستے پر چلتے ہیں جو شخص علمائے شریعت کی راہ سے باہر ہے وہ طریقت کے بزرگوں کے مسلک سے خارج ہے۔

کیونکہ ایسے لوگ شریعت کے آداب سے منہ پھیرنے کو اختیار کیے ہوئے ہیں اور اس کے مضبوط قلعوں میں پناہ لینے کو چھوڑے بیٹھے ہیں تو ایسے لوگ شریعت کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہیں، اگرچہ ان لوگوں کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ لوگ انوار

سے روشن ہیں۔طریقت کے جملہ جلیل القدر بزرگ تو شریعت کے آداب پر قائم ہیں۔اوراحکام الٰہی کی تعظیم کے معتقد ہیں۔

اوراسی لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں کمالات کا تحفہ دیا اورطریقت سے بے خبر اپنی خرافات پردھوکے کالباس پہنے ہوئے ہیں اورظاہر میں مسلمان لیکن حقیقت میں کافر ہیں۔ایسے لوگ ہمیشہ اپنے وہموں کے بتوں کے سامنے ادب سے بیٹھے ہوئے ہیں۔

شیطان جو وسوسے ان کے ذہن میں ڈالتا ہے یہ انہیں وسوسوں اورفتنوں میں پڑے ہوئے ہیں اور یہ مکمل بربادی ہے ان کے لئے جوان کا پیروکار ہو یا ایسوں کے کاموں کواچھا جانے اور یہ بربادی اس لیے ہے کہ وہ راہ خدا کے ڈاکو ہیں۔''

[مقال عرفا باعزاز شرع وعلما،ص۳۲،۳۳]

علامہ سید سلیمان اشرف بہاری **مثنوی ہشت بہشت** کے مقدمہ بنام **الانھار** میں حضرت امیر خسرو کی تصوفانہ شاعری کا ذکر کرتے ہوئے اصطلاحات تصوف کا سہارا لے کر اپنی ہفوات بھری شاعری عام کرنے والے نام نہاد صوفی شاعروں کا رد کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

''ایسے شعرا جو خود مقامات تصوف کو طے کرنے والے نہیں ہیں صرف الفاظ و مصطحات صوفیہ لے کر اشعار میں نظم دیا کرتے ہیں اہل دل گروہ اسے خوب پہچانتا ہے کہ یہ قال ہے حال نہیں۔مولانا رومی علیہ الرحمہ ایسے ہی شعرا کے متعلق مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ؎

حرف درویشاں بدزدد مرد دوں

تا بخواند بر سلمیے زاں فسوں

(مکار صوفی بزرگوں کے کلمات چرالیتا ہے،تاکہ بھولے بھالے لوگوں پر اس کے ذریعے منتر پڑھے)''

[مثنوی ہشت بہشت،مع مقدمہ الانھار،ص۷۰]

الغرض آج کل کے جدت پسند،آزادروش،کفرواسلام کی سرحد سے الگ دورمحبت کی دنیا

بسا کر ہر مذہب ہر مسلک کے پرستاروں کو اپنی محبت کے دام تزویر میں پھنسا کر اپنا الوسید ھا کرنے والے، نام نہاد صوفیا، پر جنید و بایزید، حلاج و شبلی عطار و سعدی، مولاے روم اور امیر خسرو جیسے مقدس اصفیا سے مساوات کا خبط سوار ہے۔ اور وہ بزرگوں کی ان باتوں کو جن میں بظاہر کفر نظر آتا ہے، علی الاعلان عام کر کے مسلمانوں کے ایمان کا سودا کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

بلکہ اپنی حرکات سے ان مقدس ذوات علیا کے تقدس کو مجروح کرنے کی سازش میں مصروف ہیں۔ حالانکہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اصفیاے کرام کے وہ اقوال وافعال جو بظاہر شریعت کے مخالف نظر آتے ہیں انہیں اصطلاح تصوف میں شطح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور ان کی تقلید یا ان سے استناد کی اجازت نہیں ہے۔

ہم یہاں چند مسلم الثبوت بزرگوں کے حوالے سے شطح کا مفہوم، اس کی حیثیت اور حکم نیز اس سے استدلال واستناد کا حکم بیان کر دیں۔ اور بعد میں کفر و اسلام کو یکساں ماننے اور بت پرستی وغیرہ کے تعلق سے ان کے اقوال کی وضاحت پیش کر دیں۔ تا کہ ان نام نہاد صوفیوں اور اصل صوفیوں میں نیز بزرگوں کی شطحیات اور ان کی ہفوات میں فرق واضح ہو جاے۔

شطحیات اصفیا کا مفہوم واحکام

شیخ ابونصر سراج شطح کا معنی بیان کرتے ہوے فرماتے ہیں:

"ان سال سائل فقال مامعنی الشطح فیقال معناه عبارة مستغربة فی وصف وجد فاض بقوته وهاج بشدة غلیانه وغلبته "

اگر کوئی پوچھے کہ شطح کا معنی کیا ہے تو کہا جاے کہ شطح سے مراد وہ عجیب وغریب عبارت ہے جو حالت وجد میں شدت غلبہ کے سبب صادر ہو۔"

مزید فرماتے ہیں:

"فالشطح لفظة ماخوذمن الحرکة لانهاحرکة اسرار الواجدین اذاقوی وجدهم فعبروا عن وجدهم ذلک بعبارة یستغرب سامعها"

یعنی لفظ شطح حرکت سے ماخوذ ہے اس لئے اصحاب وجد حضرات پر جب وجد

غالب آجاتا ہے تو ان کے اسرار کی حرکت کے نتیجہ میں وہ کلام جو سامع کو عجیب لگے ان سے صادر ہوتا ہے اسے شطح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔" [کتاب اللمع ص ۳۷۵]

لطائف اشرفی مجموعہ ملفوظات حضور سید اشرف جہانگیر سمنانی میں ہے:

"الشطح هو افاضة ماء العرفان عن ظرف استعدادالعارفين حين الامتيان حضرت قدوةالكبرا مى فرمودند كه قانون مقرره وقاعده مستقره صوفيه آنست كه شطحيات مشائخ رانه ردبايد كردندونه قبول .....اكثرتراصحاب عرفان وبيشترازارباب وجدان اهل صحو اند و برخى ازيں طائفه عليه وصوفيه ...ارباب سكربودند كه گاه گاهى درغلبه وحال جرات وصال ازايشان مقال شطحيات ... بفقدان وى همدران آوان مستغفرشده اند"

یعنی حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی نے فرمایا کہ عارفوں کے ظرف استعداد کے پر ہوجانے پر اس سے عرفان کے پانی چھلک جانے کا نام شطح ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ صوفیاے کرام کا قانون مقررہ قاعدہ جاریہ یہ ہے کہ بزرگوں کی شطحیات کو نہ کرے نہ قبول کرے...بہت سے عارفین حضرات اور اصحاب وجد اصحاب صحو ہیں اور بہت سے صوفیاے کرام ارباب سکر ہیں کبھی کبھی غلبہ حال اور حیرت وصال میں ان سے ان کلماتِ شطحیات کا صدور ہوجاتا ہے اور جب وہ غلبہ ختم ہوجاتا ہے تو وہ ان کلمات سے استغفار کرتے ہیں۔"

[لطائف اشرفی، فی بیان صوفی، ج ۲ ص ۱]

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ ان اصفیا کی غیر معقول وخلاف شرع باتوں اور حرکتوں سے متعلق فرماتے ہیں:

"بعضى ازيں طائفه بسبب غلبه حال وسكرمحبت كلمات واشارات صادر شده كه بفهم اهل ظاهردرنيايدوبعضى اعمال وحركات بوجوه آمده كه مخالف ظاهرفتواى شريعت باشدوآنراشطحيات مشائخ وهفوات ايشان خوانندومبهمات وموهمات نيز كويند

کلمات مثل اناالحق و سبحانی ولیس جبتی سواہ و انا ھو وھو انا و مانند آن وافعال مثل تنویرلحیہ وخرق ثیاب والقای دراھم درآب والقاء نفس درمھالك وامثال آن ومنشاء صدورایں کلمات وافعال طفح سکروغلبۂ حال وفقدان ضبط واختیاراست .....وآنچہ ازیں طائفہ درحالت سکروغلبہ حال صادرکردوقولاًوفعلاً طریق اسلم درانجاتسلیم است وترك مبادرت بانکارواعتراض باعدم جواز تقلید و صحت اتباع دراں وایشاں خودنیزمریدان رابمتابعت و اقتدا بامثال ایں امورو صیت نمی فرمودندبلکہ بازمی داشتندومنع می کردند .....لیکن ایں قول وفعل کہ ازطفح وغلبہ آن صدوریافتہ صحیح نیست ومشروع ومحل اقتداواتباع نہ "

یعنی اس گروہ کے بعض بزرگوں سے غلبہ حال اورسکر کے سبب ایسے کلمات و اشارات صادرہوئے ہیں جواہل ظاہر کی سمجھ سے پرے ہیں اوربعض اعمال اور حرکات خلاف شرع ظاہرہوئے ان کومشائخ کی شطحیات وہفوات نیزمبہمات و موہمات بھی کہتے ہیں اوران کلمات وافعال کے صادرہونے کا سبب مدہوشی غلبہ حال اوربے اختیارہونا ہے۔

لہٰذااس گروہ سے حالت جذب ومستی میں جوقول وفعل صادرہوں ان سے متعلق بجائے انکار کے سکوت ہی بہتر ہےاوراس میں ان کی تقلیدوپیروی بھی جائزنہیں ہے یہ لوگ خوداپنے مریدوں کوان امور کی پیروی سے منع فرماتے البتہ یہ قول و فعل جومدہوشی اوروجد میں صادرہوےوہ درست ومشروع نہیں اوراقتداواتباع کے لائق بھی نہیں ہیں۔" [مرج البحرین فارسی ص۴۱تا۴۷]

اپنے ایک مکتوب میں کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"وآنچہ ازیں طائفہ بجھت غلبہ سکروسطوت حال ازانچہ بفتوائے ظاھر شریعت راست نیایدازقول وفعل نقل کنندبعدازصحت نقل

طریق احوط دروے توجیه و تطبیق است یاسکوت و تسلیم باعدم اتباع و اقتداو اقتداو اتباع درواضحات رو دنه درموهمات و مبهمات و صاحب حال صحیح بر تقدیرعدم ضبط و اختیارمعذوراست و منکر آن بحکم علم و شریعت معذورتروسکوت باغماض و توقف بر تقدیر احتمال و اشتباه باحتیاط و انصاف قریب تر"

اس جماعت سے غلبہ حال وسکر میں خلاف شریعت جو باتیں صادر ہوئی ہیں تو حکایت کی صحت کے بعد احتیاط اس میں ہے کہ توجیہ کی جائے یا سکوت اختیار کیا جائے لیکن اتباع کسی بھی حال میں نہ کیا جائے۔ اتباع واضح باتوں میں کیا جاتا ہے نا کہ مبہم وموہم باتوں میں اور اگر صاحب حال بے اختیار ہے تو معذور ہے اور اس کا منکر علم شریعت کی وجہ سے وہ بھی معذور ہے اور ان امور میں برتقدیر احتمال واشتباہ سکوت احتیاط وانصاف سے زیادہ قریب ہے۔"

[مکتوبات شیخ عبدالحق مع اخبارالاخیار ص،۱۰۱]

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"بعضے مشائخ درارباب احوال نیزهر که بجهت طفح و سکروغلبۂ حال نه بریں منوال مقال آورده محل اقتداومستحق اتباع نیست فاالحق احق ان یتبع وماذابعدالحق الاالضلال۔

ولیکن انچه طریقه فقراوارباب ایں نسبت علیادرباب شطحیات و طامات صوفیه یافته می شودآنست که دردوانکارآن وتشنیع و تقبیح اهل آن جانب توقف وسکوت واغماض وصفح واعراض نگاه می دارندوایشاں رادرصدورآں مغلوب ومعذورمی شمارند"

یعنی بعض صاحب حال بزرگوں کے خلافِ شرع اقوال جو اُن سے غلبۂ حال کے سبب صادر ہوئے وہ قابلِ اقتداواتباع نہیں ہیں، حق کا اتباع ہی ضروری ہے۔ البتہ فقراوصوفیا کے جو شطحیات پائے جاتے ہیں ان کی تردید میں اور تشنیع وقباحت بیان کرنے میں سکوت اختیار کرنا چاہئے اور ایسے معاملات میں ان

کو مغلوب و معذور سمجھنا چاہیے۔ [مکتوبات شیخ عبدالحق مع اخبار الاخیار ص ۸۳، ۸۴]

شیخ ابن عربی کی کتابیں چوں کی شطحیات سے بھری ہوئی ہیں ان کی کتابوں بلکہ اس جیسی کتابوں سے متعلق علامہ جلال الدین سیوطی اور علامہ شیخ احمد کے حوالے سے شیخ محقق علی الاطلاق رقمطراز ہیں:

"ومختار شیخ جلال الدین سیوطی که ازعلماء متاخرین حدیث است درشان شیخ آنست که اعتقادولایت و تحریم النظرفی کتبه و تحریم نظردر کتب ایشان خودمذهب ایشان است می گویدونحن قوم یحرم النظرفی کتبناالالمن الخ .....شیخ ذکره الله بالخیر می فرمود که دریں کتاب ومانندایں کتاب زهراست شکراندود کرده از واضحات اینهامحفوظ بایدشدودرمبهمات آن خوض نکردد مطلقا از فوائدآن محروم نشد۔

و درملاء بااغیارنقل نکرد....انصاف آن که دربعضے مواضع ایں کتاب آنچه بفهم ظاهرمی آیدآن خودمحل ترددوانکاراست و کسی راکه غم ایمان ورعایت اسلام است بتقلیددران جاافتادن و اعتقاد کردن ازدرجه احتیاط دوراست وخداداند که ایشان چه قصد کرده اندپس فی الحال انکارراجع بچیزی است که ازظاهرعبارت مفهوم می گردد و درفهم مامی درآیدبنااحتمال آنکه چیزے اراده کرده باشند که نه منکرباشد۔"

شیخ جلال الدین سیوطی جو متاخرین محدثین میں سے ہیں شیخ ابن عربی کے بارے میں ولایت کا اعتقاد رکھنے کو اچھا سمجھتے ہیں لیکن ان کی کتابیں دیکھنا حرام ہے ان کی کتابیں دیکھنے کی حرمت خود ان کا بھی مسلک ہے فرماتے ہیں کہ ہماری کتابیں دیکھنا حرام ہیں مگر اہل کو.....شیخ احمد فرماتے ہیں کہ اس کتاب اور اس جیسی کتابوں میں شکر لپٹا ہوا زہر ہے ان کتابوں کی واضح باتوں سے محظوظ ہونا

چاہیے لیکن اس کے مبہمات میں غور نہیں کرنا چاہیے۔
البتہ ان کے فوائد سے مطلقاً محروم بھی نہیں ہونا چاہیے اور نہ محفل اغیار میں نقل کرنا چاہیے.....اس کتاب کے بعض مواقع سے جو ظاہراً سمجھ میں آرہا ہے وہ بھی محلِ تردد ہے اور جس کو اپنے ایمان واسلام کی فکر ہے وہ ان مقامات کی تقلید و اتباع سے دور بھاگتا ہے اور ان کی مراد تو اللہ ہی جانتا ہے انکار اس سے جو بظاہر مستفاد ہے اور سمجھ میں آیا ہے ان کے قصد وارادہ کا نہیں جو ان کی مراد ہے وہ یقیناً فاسد و منکر نہ ہوگی۔'' [مکتوبات شیخ عبدالحق مع اخبار الاخیار ص ۸۶، ۸۷]

شاہ عبدالصمد کی تحفۃ العارفین میں ہے:
''کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بسبب تمکن سکر اور غلبۂ حال وفقدان ضبط اور اختیار کے مخالف ظاہر شرع کے ان سے واقع ہوتے ہیں مگر عنداللہ ان دونوں صورتوں میں یہ گروہ متبرک مرفوع القلم اور معذور ہے الا یہ قول وفعل جو اس گروہ عالیہ سے بسبب غلبہ حال اور سکر سے صادر ہوتے ہیں لائق تقلید اور قابل سند کے نہیں''۔

[ص ۵]

بزرگوں کے کلام میں کفر واسلام کے مفہوم کا حکم

بعض صوفیا سے اسلام اور کفر سے متعلق ایسی باتیں منقول ہیں جسے نہ عقل قبول کرے نہ شرع مثلاً اسلام وکفر کو یکساں گردانا اور دونوں میں کوئی امتیاز نہ کرنا بلکہ کبھی کبھی اسلام کی مخالفت اور کفر کی تائید کرنا، تو اس طرح کی باتوں کو بھی صوفیا شطح پر محمول کرتے ہیں اور انہیں اس معاملہ میں معذور سمجھتے ہوئے ان کی تقلید سے منع کا حکم کرتے ہیں۔

مجدد الف ثانی نے اس تعلق سے بڑی ہی نفیس بحث فرمائی ہے اور کفر واسلام کو یکساں ماننے والوں نیز اشعار سکریہ سے کفر واسلام کی یکسانیت بلکہ اسلام سے دوری کا درس دینے والوں کے ناپاک خیالات اور آزادانہ تصوف کی ملحدانہ چالوں کے سارے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے ہیں۔ فرماتے ہیں:

''عزیزے میفرماید ؎

بـــکـــفـــر و اســـلام یـــکســـان نـــگـــر
کـــــه هـــر یك ز دیـــوان او دفتـــریســـت

و آن مـوطـن فـناواستهلاك است وایں دیدنه باختیارسالك است پس هـر آئینه معذورباشدوهرسالکے راکه ازیں مقام نگزرانندوبمقام فرق بـعـد الـجـمـع نـرسانندبوے ازاسلام حقیقی بمشام جان او نـخواهد رسیـد و درکفرحقیقی محبوس ابدخواهدماندومرضی حق سبحانه را از نـامـرضـی او تعالیٰ امتیازنتواند کرد.....وهمچناں که در مـرتبـه شـریعت عدم امتیازمیان اسلام و کفر کفرشریعة است درمرتبه حـقیـقة عـدم امتیـازمیـان ایـن هـردو کـفرحقیقة است وایضاًپیش از ظهـورغلبه حال عدم امتیازمیان اسلام و کفرچنانکه نزداهل شریعت کـفـر اسـت نزداهل حقیقة نیز کفراست ومذموم اگراختلافے هست میـان اهـل شـریـعة واهـل حقیقة درصورت غلبه حال است دررنگ منصور حلاج که مغلوب حال بوده است اهل شریعت بکفراوحکم کـرده انـدنـه اهل حقیقت امانزداهل حقیقت هم منقصت دامن گیر اوسـت ازکاملان نمی شمرندوازمسلمانان حقیقی نمی انگارند ایں شعر منصور باین معنی شاهداست ؎

کـفـرت بـدیـن الـلـه والکفرواجب لدی وعندالمسلمین قبیح بادین خـدایے کـفـرنـمـوده ام ودیـن کـفـربـنـزدمـن ضروریست ونزدعـام مسـلـمـانـان قبیـح اسـت۔ پـس پیـش ازظهورغلبه حال تقلیدارباب احـوال نمودن وتمیزناکردن ازبے تمیزی است والحادوزندقه و کفر شـریعت وحقیقة است عاذناالله سبحانه وجیمع المسلمین من امثال هـذه التـقـلـیـدات شـایـان شان تقلیدعلوم شرعیه است نجات ابدی مـنـوط بتقلیدحنفی وشافعی است واحوال جنیدوشبلی رحمهم الله

از برائی دو مصلحت بکارمے آیندپیش ازظهوراحوال استماع همیں اقوال رامصداق محك احوال خودمیسازندوبشراین دومصلحت اقوال ایشاں راداشتن وغور کردن دران ممنوع است احتمال ضرر غالب است عاقلان درمحلے که توهم ضروروباشداقدام نمی نمایند فکیف که ظن غالب باشد۔

بعضے ازمشائخ طریقت قدس سره درسکردرغلبه حال گفته اند که کافر درر نگ مومن واصل مقصودحقیقی است اگرچه راه وصل شان متائن ومتغائرافتاده است چه کفارازراه اسم المضل میرسند و اهل اسلام ازراه اسم الهادی وامثال ایں سخنان دریں مقام بسیار گفته اند وجماعة دیگرازمشبهان ایں طائفه علیه دریں باب ازراه تقلید محض یادروقت ظهورنورتوحیدصوری نیزسخنان بسیارراندہ اندوساده دلان راازراه برده حقیقة ایں سخن برنگ دیگراست که بر اکابر اهل الله که باستقامة حال مشرف اندمنکشف ساخته اند"

یعنی ایک عزیز نے کہا کہ تم اسلام اور کفر کو برابر جانو کیوں کہ ہر ایک اسی کے دیوان کا دفتر ہے۔

کفر اور اسلام کو یکساں دیکھنا غلبۂ توحید اور افراط سکر کے وقت ہے جو جمع صرف کے مقام میں ہے اور یہ فنا واستہلاک کا مقام ہے۔ یہ وید سالک کے اپنے اختیار سے نہیں ہے۔ اس لیے وہ معذور ہے۔ جب تک سالک کو اس مقام سے ترقی نہ دیں اور جمع کے بعد فرق کی منزل تک نہ پہنچائیں تب تک اسلام حقیقی کی بو سالک کے مشام جان کو معطر نہیں کرتی۔

بلکہ وہ ہمیشہ کفر حقیقی میں محبوس رہتا ہے اور اللہ پاک کی پسند و ناپسند میں امتیاز نہیں کرسکتا اور جس طرح شریعت کے مرتبہ میں اسلام اور کفر کے درمیان تمیز نہ کرنا شریعت کا کفر ہے اسی طرح حقیقت کے مرتبہ میں کفر و اسلام کے درمیان تمیز نہ کرنا حقیقت کا کفر ہے نیز غلبہ حال کے ظہور سے پہلے کفر و اسلام کے

درمیان تمیز نہ کرنا جس طرح اہلِ شرع کے نزدیک کفر ہے۔ اسی طرح اہلِ حقیقت کے نزدیک بھی کفر اور مذموم ہے۔

اگر اہلِ شریعت اور اہلِ حقیقت کے درمیان اختلاف ہے تو غلبۂ حال کی صورت میں ہے جیسے منصور حلاج کا حال تھا کہ وہ مغلوب الحال تھے اہل شریعت نے ان پر حکم کفر کیا ہے اہلِ حقیقت نے نہیں کیا لیکن اہلِ حقیقت کے نزدیک بھی نقص اور عیب ان کے دامن گیر ہے۔ ان کو کاملوں میں شمار نہیں کرتے اور حقیقی مسلمانوں میں نہیں سمجھتے منصور کا یہ شعر اس پر شاہد ہے۔

میں دین حق سے کافر ہوا مجھ پر کفر واجب ہے اگر چہ مسلمانوں کے نزدیک یہ کفر بدتر ہے۔ لہٰذا غلبہ حال کے ظاہر ہونے سے پہلے ارباب احوال کی تقلید کرنا اور اس میں تمیز نہ کرنا بے تمیزی ہے اور شریعت وحقیقت میں الحاد وزندقہ اور کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو اس قسم کی تقلید سے بچائے۔ تقلید کے لائق علوم شرعیہ ہیں اور دائمی نجات حنفی اور شافعی کی تقلید پر وابستہ ہے۔ جنید اور شبلی کے اقوال دو قسم کی مصلحت کے لئے کام آتے ہیں یعنی احوال کے ظاہر ہونے سے قبل ان اقوال کا سننا طالبوں کو ان احوال کا شوق بخشتا ہے اور ان میں وجد پیدا کرتا ہے اور احوال کے ظاہر ہونے کے بعد انہی اقوال کو اپنے احوال کا مصداق بنا لیتے ہیں ان دو مصلحتوں کے بغیر ان کے اقوال میں غور کرنا اور ان کو جاننا منع ہے۔ اور اس میں بہت ضرر کا اندیشہ ہے عقل مند لوگ جہاں ضرر کا وہم ہو قدم نہیں رکھتے تو پھر جہاں ضرر کا ظن غالب ہو وہاں کیوں جائیں۔

بعض بزرگوں نے مدہوشی اور غلبہ حال میں کہا ہے کہ کافر بھی مومن کی طرح مقصودِ حقیقی تک پہنچنے والا ہے گو اس کے وصل کا راستہ الگ ہے یعنی کافر لوگ اسم متصل کی راہ سے پہنچتے ہیں اور مومن اسم ہادی کی راہ سے اس مقام پر اس طرح کی باتیں بزرگوں نے بہت کی ہیں اور ان لوگوں نے بھی جو خود کو ان بزرگوں کے لباس میں ظاہر کرتے ہیں اس تعلق سے محض تقلید کے طور پر یا توحید صوری

کے ظہور کے نور کے وقت اس قسم کی باتیں بہت کہی ہیں اور بہت سے سادہ دل والوں کو گمراہ کیا ہے۔
اس قسم کی باتوں کی حقیقت کچھ اور ہی ہے جس کو اکابر اولیاء اللہ نے جو حال کی استقامت سے مشرف ہیں منکشف اور ظاہر فرمایا ہے۔''

[معارف لدنیہ، فارسی، ص۴۲، ۴۳، ۴۴]

امام ربانی مجدد الف ثانی نے جب اپنے پیر و مرشد کی بارہ میں رہ کر سلوک کی منزلیں طے کیں تو اس مقام تک پہنچ گئے جہاں خودی سے خود کا کوئی واسطہ نہیں رہتا اور آدمی بے خودی کی اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اسے خود کی خبر نہیں رہتی، وہ خود کے بارے میں سوچنا بولنا سب کچھ چھوڑ دیتا ہے۔ وہ کیا بول رہا ہے اسے کچھ خبر نہیں رہتی اور اس وقت وہ بولا ہوا ہر ہر لفظ سکر کا جامہ پہن لیتا ہے۔

امام ربانی کے ساتھ بھی ایسا ہی کچھ ہوا کہ جب انہوں نے اپنے پیر و مرشد باقی باللہ کے ہاتھوں جامہائے معرفت نوش کیے تو مدہوش ہو گئے اور شریعت کو احمقوں کا طریقہ بتانے لگے اپنا مذہب کافروں کا دین قرار دینے لگے، پری کے زلف اور چہرے کو کفر و اسلام سے تعبیر کرنے لگے اور کفر و ایمان کو مساوی سمجھنے لگے، لیکن جب حالت سکر سے صحو کی منزل میں پہنچے تو پھر اپنی ان شطحیات سے رجوع کرتے دکھائی دئے۔ فرماتے ہیں:

"ایں طریقۂ علیه دراندك مدت توحیدوجودی منکشف گشت و غلوی دریں کشف پیداشدعلوم ومعارف این مقام فراوان ظاهر گشتند و کم دقیقه ازدقائق این مرتبه مانده باشد که آنرامنکشف نه گردانیدند دقائق معارف شیخ محی الدین ابن العربی راکماینبغی لائح ساختندوتجلی ذاتی که صاحب فصوص آنرابیان فرموده است ونهایت عروج وجزآنرانمی داندودرشان آن تجلی میگوید و ما بعد هذا الاالعدم المحض بآن تجلی ذاتی مشرف گشت وعلوم و معارف آن تجلی راکه شیخ مخصوص بخاتم الولایة میداندنیزبه تفصیل معلوم شدندوسکروقت وغلبۂ حال دریں توحیدبحدے رسید

که دربعضی عریضها که بحضرت خواجه نوشته بود ایں دو بیت را که سراسر سکراست نوشته بود۔رباعی

اے دریغا کیں شریعت ملت اعمائی است
ملت ما کافری و ملت ترسائی است
کفر و ایمان زلف ور وے آن پری زیبائی است
کفر و ایمان هر دو اندر راه ما یکتائی است

و ایں حال تامدت مدید کشیدو ازشهو دبسنین انجامیدنا گاه عنایت بیغایت حضرت الله جل سلطانه از دریچۂ غیب درعرصۂ ظهور آمد و پردۂ روپوش بیچونی وبیچگونی رابرانداخت "

اس طریقہ عالیہ کی جدوجہد کے تھوڑی مدت کے بعد مجھ پر توحیدوجودی ظاہر ہوگیا اور اس کشف میں بے حد زیادتی ہوئی اوراس مقام کے علوم ومعارف بہت زیادہ ظاہر ہوے اور شاید ہی کوئی دقیقہ ان میں سے باقی رہا ہو جس کو فقیر پر منکشف نہیں کیا ہو اور شیخ محی الدین ابن عربی کے معارف کی باریکیاں کو جس طرح کہ چاہیے تھا ظاہر فرمایا.....فقیر اس تجلی ذاتی سے مشرف ہوا اور اس تجلی کے علوم ومعارف جو شیخ خاتم الولایۃ سے مخصوص جانتا ہے تفصیل سے معلوم ہوئے سکر وقت اور غلبۂ حال اس توحید میں اس مقام تک پہنچا کہ اپنے عریضوں میں جو کہ حضرت خواجہ کو لکھے تھے یہ دو شعر جو کہ سراسر سکر ہے لکھے تھے۔

یہ شریعت احمقوں کا طریقہ ہے لیکن ہمارا مذہب کافروں کے دین پر ہے۔اس پری کی زلف اور اس کا چہرہ کفر اور ایمان ہے اور کفر اور ایمان ہمارے راستے میں برابر ہے۔اور یہ حال بہت مدت تک رہا اور مہینوں سے سالوں تک نوبت پہنچ گئی ناگاہ حق تعالیٰ کی اچانک اللہ تعالین کی عنایت بے غایت دریچہ غیب سے میدان ظہور میں آئی اور بے چونی اور بے چگونی کے چہرہ ڈھانپنے والے پردہ کو دُور کردیا۔" [مکتوبات امام ربانی فارسی جلد اول مکتوب ۳۱ص ۸۶،۸۷]

غور کا مقام ہے کہ مجدد الف ثانی جیسے مرد قلندر نے شریعت کو احمقوں کا طریقہ بتایا اور کافروں کے دین کو اپنا مذہب بتایا پری کے زلف ورخسار کو کفر اور ایمان بتاتے ہوئے کفر اور ایمان کے یکساں ہونے کا ذکر کیا، مگر خود ہی اس کا رد اس طرح کیا کہ اسے سکر پر محمول بتایا اور سکر کا اپنے مکتوبات میں جابجا ذکر کرتے ہوئے صاحب سکر کو معذور و مجبور قرار دیا۔

مرجع سابق میں بھی کفر و ایماں کے یکساں ہونے پر تفصیلی کلام کر کے اس کو غلبہ حال پر محمول کیا لیکن اس پر تصوف کے ایسی کسی بھی اصطلاح کا لیبل چسپاں نہیں کیا جس سے وہ خلاف شرع نہ قرار پائے بلکہ اسے مغلوب الحال صوفی کی شطح بتا کر خلاف شرع قرار دیا اور اس سے استناد و استدلال کی ساری گنجائشوں کو ختم کر کے اس کی تقلید و اتباع سے باز رہنے کا صاف حکم فرمادیا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تو اسلام اور کفر میں فرق نہ کرنے والوں کو جاہل و بیوقوف بتایا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"بعضے از آنہا بردست سفیهان و جلاهلان که در اسلام و کفر هم فرق نمی کنند بیعت می کنند"

بعض لوگ ایسے بیوقوف جاہلوں کے ہاتھوں پر بیعت کر لیتے ہیں جو اسلام و کفر میں فرق نہیں کرتے۔ [ارشاد الطالبین، ص ۶، ۷]

مگر فقیر کو یقین ہے کہ انہوں نے نام نہاد صوفیوں کے بارے ہی میں ایسا لکھا ہوگا ورنہ ان کی کتابوں میں مقدس اولیاے کرام کی ایسی بہت سی شطحیات مذکور ہیں۔

الحاصل: اصفیا کے کلام میں جہاں کفر و اسلام میں مساوات یا اسلام پر کفر کو ترجیح یا دونوں میں عدم امتیاز یا دونوں سے بیزاری و تنفر کا مفہوم پایا جاتا ہے وہ ان سے حالت سکر میں صادر ہوا ہوتا ہے۔ اور حالت سکر میں اگر صوفی خلاف شرع اقوال کا مرتکب ہو جائے تو اسے مجبور و معذور سمجھا جاتا ہے اور اس کے کلام کی تقلید و اتباع نہیں کی جاتی۔

اور نہ ہی ایسی شطحیات سے اپنی خرافات و لن ترانیوں کے استناد کی اجازت ہوتی ہے۔

بزرگوں کی شاعری میں بت پرستی کا ذکر

بعض مغلوب الحال اصفیا کے کلام میں بت پرستی وغیرہ کا ذکر بھی پایا جاتا ہے تو اسے بھی

مثل سابق شطح سے ہی تعبیر کیا جائے گا اور کسی کے لئے ان کی تقلید میں اس طرح کی باتیں کرنے کی اجازت ہرگز نہ ہوگی۔ہم یہاں بس ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں۔

علامہ عبدالباری نے کبھی ایک شعر کہا تھا

عمرے کے بآیات و احادیث گزشت

رفتے و نثار بت پرستی کردے

وہ عمر جو آیات واحادیث میں گزری ہے وہ ختم ہوگئی اور وہ بت پرستی کی نذر کردی۔

بعد میں توبہ بھی کی حالانکہ زبردست عالم تھے خانقاہی مزاج رکھتے تھے باوجودیکہ انہوں نے یا ان کے کسی ہم نوا نے یا اس دَور کے کسی خانقاہی صوفی یا علمائے ظاہر میں سے کسی عالم نے صفائی میں کسی صوفی کی کوئی شطح پیش نہ کی کیا وجہ تھی؟ ان کے پاس علم نہ تھا؟

کیا انہیں اصفیا کی کتابیں پڑھنے کی صلاحیت نہ تھی؟ کیا وہ اپنے اس کفریہ شعر پر شطحیات کا لیبل چسپاں کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے؟ کیا وجہ تھی کہ انہوں نے یا ان کے کسی ہواخواہ نے ان کے کفری شعر کی تائید میں کوئی شطح پیش نہیں کی؟

اور حیرت بالائے حیرت کہ امام اہل سنت جنہوں نے ہمیشہ اپنے تو اپنے بیگانوں کی عبارتوں میں بھی حتی الامکان تاویل کی کوشش کی ہو ان کو بھی یہ نہیں سمجھ آیا کہ ایسے اشعار تو رومی و عطار وغیرھما کی شاعری میں بکثرت پائے جاتے ہیں، کیا وہ تصوف کے اسرار ورموز سے واقف نہ تھے؟ کیا ان کو شطحیات کا علم نہ تھا؟

کیا وہ فارسی اشعار کا مفہوم سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتے تھے؟ کیا وہ بھی انہیں علمائے ظاہر میں شامل ہیں؟ کیا انہیں آج کے تصوف شناس قلم کاروں کے برابر بھی تصوف سے واقفیت نہ تھی؟ کیا ان کی ذہنیت بھی آج کے مولویوں کی طرح تھی؟ کیا وہ شعر وادب اور ذوق تصوف سے آشنا نہ تھے؟

یقیناً جواب نفی میں نہیں ہوگا کیوں کہ وہ بھلے ہی اعلیٰ حضرت کی شہرت ختم کرنے کی ناپاک کوششوں میں مصروف ہیں مگر اتنی ہمت کہاں سے لائیں گے کہ ان کی مخالفت علی الاعلان کرسکیں۔وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت صرف مولویوں کے ہی امام نہ تھے بلکہ وہ اپنے

دور میں امام الاصفیا کے مقام پر فائز تھے ان سے زیادہ بھلا کون تصوف کے اسرار ورموز سے واقف ہوسکتا ہے۔

انہوں نے علامہ لکھنوی کے شعر پر شطحیات صوفیہ کا لیبل لگا کر ان کے کفریہ شعر کو اسلامی مفہوم دینے کی کوشش اس لیے نہیں کی کہ وہ جانتے تھے کہ علامہ لکھنوی اور مغلوب الحال صوفیہ میں زمین وآسمان کا فرق ہے اصفیا کی نقل میں اردو فارسی اشعار لکھ لینے سے کوئی مغلوب الحال صوفی نہیں بن جاتا بلکہ یہ مقام تو فنا کی منزلیں طے کرنے کے بعد ملا کرتا ہے اسی لئے انہوں نے علامہ کے شعر پر شرعی گرفت فرما کر شعر کے کفریہ ہونے کا حکم فرماتے ہوئے لکھا ہے:

''قرآن وحدیث کی عمر کو معاذ اللہ بت پرستی پر نثار کرنا قرآن وحدیث کی شدید توہین اور بت پرستی ملعونہ کی عظیم تعظیم ہے، یہ اگر کفر نہ ہو تو دنیا میں کوئی چیز کفر نہیں۔'' [فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۳۸۸]

بلکہ **الطاری الداری لھفوات عبدالباری** جو حضور اعلیٰ حضرت کے ان مکاتیب کا مجموعہ ہے جو آپ نے علامہ لکھنوی کو لکھے تھے جس کو حضور مفتی اعظم ہند نے ترتیب دیا اس میں مجوثہ شعر کے دفاع میں امیر خسرو کے درج ذیل شعر ؎

خلق می گوید چکه خسرو بت پرستی می کند
آرے آرے می کنم با خلق و عالم کار نیست

اور سرمد کے درج ذیل شعر ؎

با عجز و نیاز، جمله نقدِ خود را
رفتی و نثارِ بُت پرستے کردی

کو سند بنانے پر بڑا زبردست تبصرہ کیا گیا ہے، اس تبصرہ کو یہاں بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ ملاحظہ ہو:

''بہت اشعار جہال بنا کر اکابر کی طرف نسبت کر دیتے ہیں حضرت خواجہ حافظ کا شعر بتاتے ہیں ؎

حافظا گر وصل خواهی صلح کن با خاص و عام
با مسلمان الله الله با برهمن رام رام

اگر شعر ؎

خلق می گوید که خسرو بت پرستی می کند

آرے آرے می کنم با خلق و عالم کار نیست

طرق معتمدہ شرعیہ پر حضرت امیر خسرو سے ثابت نہیں تو اس سے استناد مردود ہونا واضح ورنہ وہ یقیناً اور اسی طرح سرمد کا کلام مصطلحات صوفیہ پر ہے۔

جس طرح کلام حافظ میں وظیفۂ شراب خوری سخت بے دین ہوگا وہ جو انہیں معانی لغویہ پر محمول کر کے برانڈی پینا اور بت پوجنا شروع کر دے کہ حافظ و خسرو جو فرما گئے ہیں .....سرمد نے تو اس معنی مجازی کو بھی اپنے نفس پر ملامت میں کہا اور شکست دین بتایا کہ ؎

سرمد در دین عجب شکستی کردی

ایماں بفدائے چشم مستی کردی

اس کے بعد وہ شعر ہے اور یہاں معنی حقیقی کو فتح دین و اصلاح دین بنایا گیا ؎

بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تابہ کجا'

[الطاری الداری لہفوات عبدالباری، حصہ اول ص ۴۴]

اب اگر پھر بھی کوئی ان بزرگوں کی شطحیات کو دلیل بنا کر بت کرستی کا اعلان کرے، اپنے کلام میں بجائے حمد و نعت کے بت پرستی کی مدحت میں اشعار کہے اور اپنے بت پرست ہونے کا دعویٰ کرے، نیز خود کو بت پرست کہنے پر فخر محسوس کرے،

تو اس کے لئے ڈاکٹر اقبال کی زبان میں بس اتنا ہی پوچھنا کافی ہوگا کہ

بتوں سے تجھ کو اُمیدیں خدا سے نومیدی

مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

(ڈاکٹر اقبال)

الحاصل: بعض بزرگوں سے جو ظاہر شرع کے خلاف اُمور صادر ہوئے اصطلاحِ تصوف میں اسے شطح کہتے ہیں، خواہ اس کی کتنی بھی تاویلیں ہو جائیں لیکن اسے شطح سے ہی

تعبیر کیا جائے گا۔اس کی ایک مثال پیش ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے عین القضاۃ ہمدانی کے خلاف شرع قول کو شطح سے تعبیر فرماتے ہوئے والد گرامی سے مسموع تاویل کا ذکر کیا ہے

لکھتے ہیں:

"درتاویل شطح عین القضاۃ همدانی آنرا که شماخدامی دانید نزدیك مامحمداست و آنکه شمامحمدمیدانیدنزدیك ماخدااست"

(عین القضاۃ ہمدانی کی شطح کی تاویل میں، وہ جسے تم خدا جانتے ہو وہ میرے نزدیک محمد ہے اور جسے تم محمد جانتے ہو میرے نزدیک خدا ہے)

[انفاس العارفین، فارسی، ص ۱۰۷]

عین القضاۃ ہمدانی کے قول کی تاویل بھی پیش کی جارہی ہے مگر اسے شطح سے تعبیر کر کے یہ بھی اشارہ کیا جارہا ہے کہ یہ بظاہر خلافِ شرع ہے اور ایسی باتیں کرنے والے لوگ مجبور و معذور ہوتے ہیں کیوں کہ ان پر سکر کا غلبہ ہوتا ہے اور سکر کے غلبہ کے وقت ہی ان سے ایسا کلام و کام صادر ہوتا ہے جو بظاہر خلاف شرع نظر آتا ہے۔

شطحیات پر اصفیا و علما کا ردعمل

گزشتہ سطور سے یہ بات صاف ہوگئی کہ اصفیاے کرام کے کلام میں اگر کوئی بات ظاہر شرع کے خلاف پائی جائے تو اسے اصطلاح تصوف میں شطح سے تعبیر کیا جاتا ہے اور شطح کا حکم بھی بیان کر دیا گیا کہ اس معاملہ میں انسب سکوت ہی ہے۔

لیکن اگر کوئی عالم ایسے خلاف شرع قال و حال کی کوئی معقول توجیہ شرعی نہ حاصل کر سکے اور اس قول یا فعل سے قوم کی گمراہی کے امکانات نظر آتے ہوں تو اسے قانونِ شرع کی پاسداری کرنے کے سلسلے میں موردِ طعن نہیں ٹھہرایا جائے گا۔علما کو تصوف کی کتابیں پڑھنے کی ترغیب دینے والے اگر خود بھی کتابیں پڑھ لیا کریں تو شاید انہیں ایسی بہت سی مثالیں کتب تصوف میں مل جائیں گی کہ اصفیاے کرام نے خود بھی بعض اصفیا کی خلافِ شرع باتوں پر حکم شرعی بیان کر کے حق شرع ادا کیا ہے۔علاوہ ازیں علما کو بھی قانون شرع پر عمل کرنے کی ترغیب و تعلیم دی

ہے۔ہم اس سلسلے میں چند حوالے پیش کرتے ہیں۔

شاہ مراد سہروردی مارہروی فرماتے ہیں:

''حضرت جنید امام تصوف تھے خلیفہ نے حکم دیا کہ فتوی پر ان کے دستخط بھی لیے جائیں حضرت جنید سمجھتے تھے کہ منصور بے قصور و مجبور ہیں مگر یہ بھی جانتے تھے کہ شریعت باطن کو نہیں ظاہر کو دیکھتی ہے اور ظاہر میں ایسا کہنا فی الواقع بروے شریعت کفر ہے۔اس لیے آپ صوفیانہ لباس اتار کر خانقاہ سے مدرسہ میں آئے علماے ظاہر کا لباس زیب تن کیا اور محضر پر یہ لکھ دیا ظاہری طور پر پر منصور واقعی واجب القتل ہے باطن کو خدا ہی جانتا ہے۔'' [محفل اولیاء ص ۲۰۱،۲۰۲]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"ایں طائفہ و متمکنان ایشانند کہ جامع اندمیان ظاھرو باطن و شریعت و حقیقت تسلیم ایشاں درآنچہ خبر دھند از احوال باطن و اسرار حقیقت لازم است و ضابطہ دریں باب است کہ ھرچہ بی شبھہ مخالف مقتضاے علم و حکم شریعت بود انکار آں واجب است و ھر چہ دراں شبھہ بود توقف دراں لازم اگر قائل و فاعل آں مردی است کہ امام است درعلم و عمل و مستقیم درتقوے و ورع تاویل و توجیح قول و فعل وی بایدنمود اگر مصلحت شرعی دررد آں بود تا باعث ضلال اضلال ناقصاں نگردد و آں دیگر است "

یعنی اس جماعت کے کاملین جو شریعت و حقیقت دونوں کے جامع ہیں باطنی احوال اور حقیقت کے اسرار سے متعلق جو بھی کہیں اس کی تصدیق ضروری ہے۔ اور اس باب میں ضابطہ یہ ہے کہ ان کی جو بات بلاشبہہ خلاف شرع ہو اس کا انکار واجب ہے اور جس میں شبہہ ہو اس میں سکوت اختیار کرنا چاہئے بشرطیکہ وہ بات ایسے بزرگ کی ہو جو علم و عمل اور ورع و تقویٰ میں امام کی حیثیت رکھتا ہو اور اس کے قول و فعل کی مناسب تاویل کر لینا مناسب ہے اور اگر اس کے رد کرنے

ہی میں مصلحت شرعی ہوتا کہ وہ عوام کی گمراہی کا سبب نہ بن جائے تو دوسری بات ہے۔ [مکتوبات شیخ عبدالحق مع اخبارالاخیار ص۱۰۰]

امام شعرانی فرماتے ہیں:

"بعض اوقات ایک عالم دین بعض صوفیہ پر عوام اور حجاب والوں پر رحم کرتے ہوئے اس خوف کی وجہ سے انکار کرتا ہے کہ یہ لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے اسے پریشان کریں اور یوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیں یہ انکار اس صوفی پر من کل الوجوہ رد کے لیے نہیں ہوتا جیسا کہ شیخ برہان الدین البقاعی سے سیدی عمر بن الغارض رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں اس حکمت عملی کو اپنایا اور بعض دوسرے حضرات نے شیخ محی الدین العربی کے کلام میں گفتگو فرمائی۔"

[طبقات امام شعرانی مترجم بنام برکات روحانی ص۴۰]

لہٰذا علمائے شریعت جو قانون شریعت کے پابند ہوتے ہیں انہیں خلافِ شرع اُمور پر حکم زنی کا شرعاً حکم ہے۔ انہیں اس سلسلے میں مجرم گرداننا خود ایک بہت بڑا جرم ہے۔

بلکہ انہیں مطعون کرنا انہیں برا سمجھنا قانون تصوف اور قانون شریعت دونوں کی خلاف ورزی ہے۔ تصوف کی کتابوں میں ہمہ وقت مستغرق رہنے والے تصوف تصوف کی رٹ لگانے والے بزعم خویش صوفی بننے والے تصوف کی تعلیم پر خود کیوں عمل پیرا نہیں ہوتے؟ صوفیا کی روش کو اپنانے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟

جب ظاہر کلام شریعت کے خلاف نظر آتا ہو تو علما کو حق شرع ادا کرنے پر ملامت کرنا اپنے مریدوں کو بس اسی کام پر مامور و مقرر کر دینا کیا یہی تصوف ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ تصوف یہ نہیں ہے بلکہ تصوف تو یہ ہے کہ حسین بن منصور حلاج کو جب سولی دی جا رہی تھی تو لوگ ہر چہار طرف سے انگشت نمائی، طعنہ زنی، سنگ ریزی کر رہے تھے چند وفادار مریدوں نے اس وقت حضرت حلاج سے پوچھا کہ جو لوگ آپ پر پتھر برسا رہے ہیں آپ کو برا بھلا کہہ رہے ہیں طعنے دے رہے ہیں انہیں اجر ملے گا یا ہمیں کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں تو آپ نے جواباً فرمایا تھا کہ ان کو دوگنا ثواب ملے گا مریدوں نے حیرت سے پوچھا کیوں انہیں دوگنا کیوں ہمیں اس سے کم کیوں

فرمایا کیوں کہ وہ شریعت پر عمل کر رہے ہیں اور تم میرے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوں حسنِ ظن چوں کہ شریعت کی فرع ہے اور شریعت اصل ہے اس لئے انہیں تم سے دو گنا ثواب ملے گا۔

یہاں اس بات کی بھی وضاحت ضروری ہے کہ اصفیا کی خلاف شرع باتوں کو عام کر کے یقیناً شریعت کی توہین کا ارتکاب کیا جاتا ہے قرآن وحدیث کچھ کہہ رہا ہے اور صوفی کا ظاہر کلام اس کے یکسر خلاف نظر آ رہا ہے تو ایسی صورت میں بس اتنا ہی کہا جائے گا کہ بزرگوں کی جو باتیں دامن شرع کو داغدار کرتی ہوں انہیں پردۂ خفا میں ہی رکھنا لازم ہے۔

کیوں کہ ایسی باتیں عوام کی گمراہی کا سبب بنتی ہیں۔

شاہ مراد سہروردی مارہروی نے منصور حلاج کے نعرۂ انا الحق کے ضمن میں یہی کہا ہے وہ کہتے ہیں:

> ''میں خدا ہوں کے نعرے لگانا باطن والوں کے نزدیک کوئی حیثیت نہ رکھتا ہو خواہ وہ جنون وعشق ہی میں یہ نعرے لگا رہے ہوں اور ان کے پردے میں خود خدا ہی بول رہا ہو مگر اہل شریعت تو اس کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے اور نہ تصوف و عرفان کا یہ اصول ہے کہ رموز باطنی واشگاف کئے جائیں اور طریقت کے اصول کو شریعت پر تقدیم دی جائے۔
>
> یہ ایک بڑا فتنہ تھا عوام تو شریعت ہی کو سمجھتے ہیں اور شریعت ہی ہر امر اور ہر ترقی کی اساس و بنیاد ہے اور اسے تو تمام عوام وخواص اور علما اور اولیا کو مقدم ہی رکھنا پڑتا ہے۔
>
> اور کیوں نہ رکھیں کہ شریعت بھی تو اوامر ونواہی ربانی ہی کا نام ہے جب ایک شخص اپنی تمام بزرگیوں اور عبادتوں اور کرامتوں کے باوجود خود کو خدا کہے گا تو ضرور عوام گمراہ ہوں گے یہ اسرار سہی مگر اسرار والوں ہی کے لئے ہیں عوام انہیں کیا سمجھیں۔''

آخر میں بس اتنا اور عرض کر دوں کہ ولایت کے مرتبہ کمال تک پہنچنے کے لئے شریعت کی پاسداری لازم وضروری ہے ہر ایسی بات جو بظاہر خلاف شرع کسی صوفی کے منہ سے نکلتی ہے تو وہ

اس کے اور اس کے مرتبہ کمال کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔

امام شعرانی لکھتے ہیں کہ:

''حضرت سیدی علی الخواص رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی کامل اسی وقت مرتبہ کمال کو پہنچتا ہے جب کہ اس کا کلام ظاہر شریعت کو داغدار نہ کرے کیوں کہ شارع صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی شریعت پر امین بنایا ہے''

[طبقات امام شعرانی مترجم بنام برکات روحانی ص ۴۰]

لب لباب یہ کہ بزرگوں کی شطحیات کو دلیل بنا کر بت پرستی، کفر و اسلام میں عدم امتیاز یا مساوات بلکہ اس سے دور رہنے کا پیغام عام کرنا شریعت کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔

ایسی حرکتوں سے باز رہنا اور شریعت کے اوامر و نواہی کا پاس و لحاظ کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اللہ ہمیں خلاف شرع حرکات سے محفوظ فرمائے اور قانون شریعت کا پابند بنائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ و التسلیم.

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی،

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلّہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

[دوماہی الرضا انٹرنیشنل پٹنہ، جولائی، اگست، ۲۰۱۶ء ص ۲۲ تا ۳۲] ☆

علمائے کرام کے تاثرات

علامہ محمد عبدالمبین نعمانی

رکن مجلس شرعی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

نحمده و نصلی علیٰ رسوله الکریم و آله وصحبه اجمعین

عزیز مکرم مولانا مفتی محمد ذوالفقار خاں نعیمی حفظہ ربہ ایک جواں سال عالم وفاضل اور محقق کی حیثیت سے ممتاز مقام کے مالک ہیں، **فتاویٰ اتراکھنڈ** اور دیگر کتابیں اس پر شاہد عادل ہیں زیر نظر کتابچہ بنام (**تصوف کے بدلتے رنگ**) ان کی ایک ستھری فکر، اور علمی تحریر ہے،

جس میں محققانہ بصیرت کا عنصر وافر مقدار میں پایا جاتا ہے۔ اعتدال اور سنجیدگی اس کی بڑی خصوصیت ہے میں تو مضمون پڑھ کر حیرت میں پڑ گیا اور خوشی بھی ہوئی کہ ہمارے جوان علما میں بھی تصوف پر گہری نظر رکھنے والے افراد موجود ہیں۔ آج ایسے علما کی سخت ضرورت ہے جو شریعت وطریقت دونوں پہلوؤں کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے ہوئے ہیں۔

اور شریعت مطہرہ کی میزان پر طریقت کو پرکھنے میں مہارت بھی رکھتے ہیں۔ ایسے علما کا وجود روشن مستقبل کی غمازی کرتا ہے۔ صوفیہ کرام نے جو کہا اور جو کیا ہر ایک کو شریعت کی میزان پر تولنا چاہیے اور جس پر حکم عائد ہوتا ہے اسے لگانا ہی چاہئے۔

اور جس کسی عالم ومفتی نے صحیح تاویل کر کے ان کو بچانے کی کوشش کی ہے ان کے ساتھ بھی حسنِ ظن کا سلوک کرنا چاہئے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خواہ مخواہ ہر ایک صوفی بننے والے کو کھلی چھوٹ دے دی جائے کہ وہ جو بھی بکے اسے صحیح گردانا جائے۔ اور اعتراض کرنے یا فتوی لگانے والے کو جاہل وناداں کہہ کر ان کی توہین کی جائے۔

مضمون نگار نے شریعت وطریقت اور اصطلاحات صوفیہ کے تعلق سے جو عالمانہ ومحققانہ مواد پیش کیا ہے وہ علمائے کرام ومفتیان شریعت کے وقار کو مجروح ہونے سے بچانے والا ہے اور صوفیان باشریعت کے مقام ومرتبے کو اجاگر کرنے والا۔ اور جو شریعت وطریقت میں تفریق پیدا

کرنے والے ہیں ان کو ان کا گھر دکھانے والا ہے۔ امید ہے کہ جو حضرات کسی غلط فہمی کا شکار ہیں یہ داعیانہ تحریر ان کے لئے مشعل ہدایت ثابت ہوگی۔ آمین۔

محمد عبدالمبین نعمانی قادری، دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ مئو یوپی

۷ر محرم الحرام ۱۴۳۸ھ/ ۹،۱۰،۲۰۱۶

☆

مفتی مطیع الرحمٰن مضطر رضوی پورنوی

''کارپاکاں راقیاس ازخود مگیر'' دلچسپی کے ساتھ پڑھا۔ تلخیص کے بغیر تصوف کی دقیق کتابوں اور بعض بزرگوں کے تذکرہ واحوال سے متعلق میرا اپنا نظریہ جس کا تذکرہ میں نے بارہا آپ سے کیا ہے، یہ ہے کہ عربی وفارسی میں اصل متن کا بھی مطالعہ ہر کس وناکس کے لیے جائز نہیں۔

چہ جائے کہ وہ تراجم جن میں خاص اصطلاحی باتوں کا ترجمہ محض لغت کے سہارے کیا گیا ہو۔ ہمارے علم وحکمت والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''تم اگر کسی قوم کے سامنے وہ باتیں بیان کروگے جن تک ان کی عقل کی رسائی نہیں تو ضرور ان میں سے کچھ لوگوں کے حق میں وہ باتیں فتنہ ہوں گی۔''

(جامع صغیر للسیوطی ج۲ص۹۷۴)

مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے:

''لوگوں سے وہی باتیں کہو جن کو وہ سمجھ پائیں۔ کیا یہ چاہتے ہو کہ لوگ اللہ و رسول کو جھٹلائیں؟'' (بخاری، ج۱ص۲۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس بیان سے تو حدیث کے ابتدائی درجہ کا طالب علم بھی ناواقف نہیں ہوگا کہ:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے دو قسم کے علوم حاصل کیے مگر اشاعت ایک ہی قسم کے علم کی کرتا ہوں، کیوں کہ دوسری قسم کے علم کی بھی اشاعت کروں تو لوگ (ناسمجھی سے) مجھے قتل کرڈالیں۔''

مولانا نعیمی نے اس کی تائید میں تلاش وجستجو سے خاصے حوالے جمع فرمادیے ہیں۔ جس کے لیے وہ بجا طور پر ستائش کے مستحق ہیں۔ [ماہنامہ کنزالایمان دہلی، ص ۳۴]

☆

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری

مہتمم الجامعۃ الرضویہ، مغلپورہ، پٹنہ سٹی، پٹنہ

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر: مضمون اور صاحبِ مضمون- سچی بات یہ ہے کہ ابھی تک میں نے مفتی ذو الفقار خاں نعیمی صاحب کو دیکھا نہیں ہے، ہاں ان کا وفور علم دیکھا ہے۔ علمی رسوخ ووثوق دیکھا ہے۔ ان کی ژرف نگاہی دیکھی ہے۔

مسائل کی تہ تک پہنچنے کا امنگ دیکھا ہے۔ مطالعہ اور اخذ مطالعہ کا ولولہ دیکھا ہے۔ دین کی حمیت اور مسلک اعلیٰ حضرت سے بے لوث و بے پناہ محبت دیکھی ہے۔ اور آخر الذکر چیز ایسی ہے جس نے مجھے متاثر کیا اور قرب کی ایسی خوشگوار لذت بخشی ہے کہ

دُور رہ کر قریب ہے کوئی
اہتمام نظر کو کیا کہیے

کی کیف آ گیں فضا ہے اور میں ہوں۔ ہم نشینی کا لطف ہے اور میں ہوں۔ تصوراتی ملاقاتوں کی رنگینی ہے اور میں ہوں۔ حسی طور پر کوئی رفیق سفر ہے اور میں ہوں۔ جن چند نوجوان علما میں تحقیق کی جوانی، تفحص کی روانی اور کمال شوق کی طغیانی میں دیکھتا ہوں ان میں سے ایک میرے ممدوح مولانا نعیمی صاحب بھی ہیں۔

جس عنوان پر بھی مولانا نے قلم اٹھایا ہے اس کی فنی ضروریات اور لوازمات کا بھرپور خیال رکھا ہے۔ قاری کسی بھی نہج سے تشنہ نہ رہے، مولانا کی اولین ترجیح ہوتی ہے۔ اور اگر مضمون دفاعی ہے تو پھر ان کے قلم کا تیور دیدنی ہوتا ہے، پھر تو یہ وار وار سے پار ہے کا منظر نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے۔

اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں ہے کہ ہر دَور میں لوگ مختلف انداز میں چھپتے رہے ہیں۔ تسبیح ونماز میں چھپنا سنا تھا، علم وعمل کے خمار میں چھپنا سنا تھا، مگر یہ ہمارے ترقی یافتہ دور کا

کرشمہ ہے کہ اب لوگ حجاب تصوف میں چھپتے ہیں۔لباس خضر میں چھپتے ہیں۔شاید وہ نہیں جانتے کہ: تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں

اپنے فریب کو سچ ثابت کرنے کے لیے وہ جتنی جتن کرتے ہیں ارباب حق وصداقت اس سے زیادہ پاکیزہ توانائی لے کر آگے بڑھتے اور امتیاز حق و باطل کی فصیل قائم کردیتے ہیں۔ جب سراواں کے افکار ونظریات میری دریافت میں آئے اور میں نے حاصل مطالعہ کو صاحبان دین ودانش کے سامنے رکھا تو لوگ چونک گئے اور نہ جاننے والے بخوبی جان گئے کہ افکار سراواں لباس خضر میں رہزن کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

ان لوگوں نے سراوائی افکار کو سچ ثابت کرنے کے لیے بزرگوں کی شطحیات کو بھی سہارا بنانا چاہا، مگر خدا بھلا کرے ہمارے مولانا نعیمی صاحب کا کہ آپ ہی نے شطحیات کیا ہے؟ شطحیات کی حقیقت کیا ہے اس عنوان پر **''کار پاکاں راقیاس ازخود مگیر''** کے نام سے ایک زبردست، وقیع اور قابل مطالعہ مقالہ تحریر فرما کر شور مچانے والوں کی دہن دوزی کردی۔

اپنے اس مقالے میں آپ نے **طبقات امام شعرانی مترجم بنام برکات روحانی، مثنوی مولانا روم، مکتوبات شیخ عبدالحق، مکتوبات امام ربانی، تحفہ العارفین، معارف لدنیہ، ارشاد الطالبین، فتاوی رضویہ** وغیرھم تقریباً ۲۰ رمعرکۃ الآرا، بلند پایہ کتابوں کے حوالے سے توہمات کو شطحیات کا نام دے کر فریب دینے والوں کو ان کے مرگھٹ کا صحیح پتہ بتادیا۔ان کی تحریر کی زیریں لہروں سے جیسے آواز آرہی ہے۔

ادھر آؤ پیارے ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

اس ایک تیر سے آپ نے دو شکار کیا ہے۔ایک تو صوفی نما لوگوں کی قلعی اتاردی اور دوسری چیز شاہکار تصوف وطریقت حضرات کے تقدس کو خطرات کے بادل سے ہمیشہ کے لیے محفوظ کردیا۔ مجھے امید ہے کہ اب جلدی کوئی زبردستی صوفی بننے کی غلطی نہیں کرے گا، اس لیے کہ مولانا نے متصوفین کے عزائم پر ایسی کاری ضرب لگائی ہے کہ برسوں ان کے مزعومات کے گھروندے سے آہوں کا دھواں اٹھتا ہی رہے گا۔اس تناظر میں دیکھئے مولانا نعیمی صاحب کی

مخلصانہ گرفت اور مومنانہ اصلاح کا یہ انداز:

''آج کل جدت پسند آزاد روش کفر واسلام کی سرحد سے الگ دور محبت کی دنیا بسا کر ہر مذہب ہر مسلک کے پرستاروں کو اپنی محبت کے دام تزویر میں پھنسا کر اپنا اُلو سیدھا کرنے والے نام نہاد صوفیا پر جنید و بایزید، حلاج و شبلی، عطار و رومی، اور امیر خسرو و سعدی جیسے مقدس اصفیا سے مساوات کا خبط سوار ہے۔

اور وہ بزرگوں کی ان باتوں کو جن میں بظاہر کفر نظر آتا ہے علی الاعلان عام کر کے مسلمانوں کے ایمان کا سودا کرنے پر تلے ہیں، بلکہ اپنی حرکات سے ان مقدس ذوات علیا کے تقدس کو مجروح کرنے کی سازش میں مصروف ہیں۔''

حق یہی ہے جو مولانا نعیمی صاحب درد و سوز میں ڈوب کر فرما رہے ہیں۔ ان میں کچھ تو خود فریبی میں مبتلا ہیں اور بہت کچھ ان کو ان کے نادان دوست، معتقدین اس طرح کی بلا میں مبتلا کیے ہوئے ہیں۔ وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنی عاقبت تو تباہ کر ہی رہے ہیں اپنے گرد حاضر باشوں کی بربادی میں بھی خوشی خوشی لگے ہوئے ہیں۔

مولانا نعیمی صاحب نے چراغ حق جلا کر سامنے رکھ دیا ہے یہ ان کی اپنی ذمہ داری ہے کہ خودداری سے کام لیں اور اس چراغ کی روشنی میں آجائیں جو امام احمد رضا نے بزرگوں کی محبت کے روغن سے روشن کیا ہے۔

پورا مضمون نور ہدایت سے منور اخلاص کی خوشبو سے معطر ہے۔ اتنا اچھا، اہم، بروقت، برجستہ، شگفتہ و شائستہ مضمون لکھنے، حق کی حمایت میں قلم اٹھانے پر میں مولانا نعیمی صاحب کو دل کی گہرائیوں سے ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔ عزیز اعز مولانا طارق رضا نجمی سلمہ سے یہ سن کر بیکراں خوشی ہوئی کہ یہ مضمون کتابی شکل میں شائع ہونے جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس اظہار حق، احقاق حق اور ابلاغ حق کو قبول فرمائے اور مولانا کو دارین کی برکتوں سے سرفراز فرمائے۔ ہمیں امید ہے کہ آئندہ اسی طرح مولانا نعیمی صاحب اپنے قلم کا جوہر دکھاتے اور اپنی نو بہار فکر کے گل تر سے فضائے رضویت کو مہکاتے رہیں گے۔

خلوص کیش و خیر اندیش نجم القادری

☆

مولانا قمر الزماں مصباحی

الجامعۃ الرضویہ پٹنہ بہار

حضرت مفتی ذوالفقار خاں نعیمی صاحب نے ''**کار پاکاں را قیاس از خود مگیر**'' کے تحت آج کل کے متصوفین کے چہرے سے جو پردہ اٹھایا ہے وہ خوب نہیں بہت خوب ہے۔ حضرات صوفیاے کرام کی زندگی حلم و مروت، عاجزی و انکساری، خدا طلبی، خود فراموشی، سے عبارت تھی، توکل علی اللہ اور قوت لایموت ان کی حیات کا اصل جوہر تھی۔ اور آج حالات برعکس ہیں، آج کے صوفیا کی زندگی حکومت کی کاسہ لیسی، جاہ طلبی، ریا و سمعہ اور کبر و نخوت کی رنگین قالین میں لپٹی ہوئی ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ کیا اسی کا نام تصوف ہے؟

خداے قدیر اس طرح کے تصوف کے راگ الاپنے والے صوفیوں کے خونخوار چنگل سے قوم مسلم کو بچائے بظاہر جہاں بہت اجالا ہے قوم وہاں اپنا سب کچھ قربان کر دیتی ہے مگر باطن اتنا سیاہ ہے کہ ان کے دامن سے وابستگی کے بعد لوگوں کو اپنے دین و ایمان سے بھی ہاتھ دھو لینا پڑتا ہے۔ حیرت ہے کہ دل سیاہ، کردار سیاہ، عقیدہ سیاہ، فکریں سیاہ، اس کے باوجود امام رازی و غزالی، جامی و رومی اور جنید و بایزید کی صف میں اپنے کو گردانتے ہیں العیاذ باللہ!''

[دو ماہی الرضا ستمبر، اکتوبر ۲۰۱۶ء ص ۲۸]

☆

مولانا غلام ربانی شرف نظامی

پرنسپل دار العلوم غریب نواز و قاضی شہر الہ آباد

حضرت علامہ مفتی ذوالفقار احمد نعیمی کا گراں قدر سرمایہ ''**کار پاکاں را قیاس از خود مگیر**'' قابل تحسین ہے۔ اور اس کی ایک ایک سطر نہ صرف پڑھنے کے قابل ہے بلکہ صوفیانہ شاعری کا غلط مفہوم بیان کرنے والوں کے لئے درس عبرت اور راہ ہدایت بھی ہے۔

[مرجع سابق ص ۲۶]

☆

مولانا غلام رسول بلیاوی

صدر ادارہ شرعیہ بہار

''مفتی ذوالفقار نعیمی کا مضمون بھی بہت پسند آیا۔'' [مرجع سابق ص ۲۱]

مولانا طارق رضا نجمی

بریدہ، القصیم، سعودیہ عربیہ

تقریبا ۸۰۰ رسال پہلے کے بزرگ مصلح الدین شیخ سعدی شیرازی نے ایک ظالم کی حکایت بیان کرتے ہوئے یہ شعر کہا تھا۔

ماری تو کہ ہر کہ بینی بزنی

یا بوم کہ ہر کجا نشینی بکنی

تو سانپ ہے کہ جس کو بھی دیکھتا ہے ڈس لیتا ہے۔ یا اُلّو ہے کہ جس جگہ بھی بیٹھتا ہے برباد کر دیتا ہے۔

تقلید سے بیزاری ونفرت کا اظہار کرنے والے، کفر واسلام کی سرحد سے الگ دور کہیں دوسری دنیا بسانے والے سید سراواں الہ آباد کے ''ابومیاں'' کے بارے میں جب غور وفکر کریں گے ان کی اور ان کے ہم نشینوں کی کج فکری کو آپ دیکھیں گے تو آپ کو ان پر شیخ سعدی شیرازی کے مذکورہ شعر کا مکمل انطباق نظر آئے گا۔

ان سے جس کی بھی زیادہ قربت ہوئی تو اس کے ایمان وعقیدہ کی پختگی رخصت ہوتی چلی گئی ''ابومیاں'' کے قریب رہنے والوں میں سے کوئی ابن تیمیہ اور ابن قیم کی قصیدہ خوانی کرتا ہے تو کوئی غیر مقلدین کی روش کو اپناتے ہوئے طلاق ثلاثہ جیسے اجماعی مسئلہ میں ابن تیمیہ جیسے ضال ومضل کے مذہب پر فتوی دینے کا مشورہ دیتا ہے،

کوئی کہتا کہ گاندھی کے افکار ونظریات پر عمل کی ضرورت آج زیادہ ہے، گاندھی کے عقائد ونظریات صوفیہ کے مطابق تھے۔ بہر حال ''ابومیاں'' کی قربت اختیار کرنے والوں سے ایسی باتوں کا صدور ہوا۔ معاذ اللہ!

کفر و اسلام کی سرحد سے الگ دُور کہیں
اک نئی دنیا محبت کی بسائے کوئی

''ابومیاں'' کے ہم نشینوں میں سے ایک نے ان کے اسی مذکورہ خلاف شرع شعر کو عین تصوف ثابت کرنے کے لیے صوفیائے کرام کا نام لے کر ایک ماہ واری پرچے کے کئی صفحات کالے کر کے دھاک جمانے کی کوشش کی، اور ان کے ہم فکر و ہم خیال لوگ اس مضمون کو سوشل میڈیا پر یہ سمجھ کر عام کرنے لگے کہ اب اس صوفی گیری کا جواب کائنات میں کسی سے نہیں بن سکتا۔

لیکن انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ ان کے پاس ایک جعلی داعیِ اسلام ہے دنیا میں نہ جانے کتنے اسلام کے سچے داعی آج بھی موجود ہیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مقدس فریضہ انجام دے رہے ہیں، ان کے پاس ایک ڈپلی کیٹ صوفی ہے، دنیا میں ابھی بہت سے حقیقی تصوف کے علم بردار موجود ہیں جو کبھی بھی ان کو آئینہ دکھا سکتے ہیں۔

صوفی با صفا حضرت مفتی محمد ذوالفقار خاں نعیمی بدایونی مدظلہ مفتی اعظم اتراکھنڈ نے صوفیاے کرام کے افکار و نظریات کو پیش کر کے حقیقت کا آئینہ دکھایا اور بر وقت ایک جامع اور تحقیقی مضمون تحریر فرمایا جس کو اہل علم نے خوب سراہا، فائدے کی غرض سے اس کو بھی اس مجموعہ میں شامل کیا جا رہا ہے۔[لباس خضر، ص ۱۳۱، ۱۳۲]

☆

مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی

مدیر رسالہ سواد اعظم دہلی

اس کتاب کا ایک بہت ہی اہم مضمون ہے **''کار پاکاں را قیاس از خود مگیر''** جسے حضرت مفتی ذوالفقار نعیمی بدایونی نے تحریر کیا ہے۔ خانقاہ سراواں کے شیخ ابومیاں کے جو اشعار اوپر نقل کیے گئے ہیں، جب ان پر شرعی گرفت کی گئی تو وہاں کے ایک ملازم نے صوفیائے کرام کی شطحیات کا سہارا لیکر اپنے شیخ کے فکری فساد و الحاد کو حق بجانب ٹھہرانے کی ناکام کوشش کی اور بزعم خود یہ دعویٰ کیا۔ اب کوئی لائے ہمارا جواب! لیکن محبّ مکرم مفتی ذوالفقار نعیمی نے یہ بلند پایہ تحریر لکھ کر

ان کا سارا خمار اتار دیا اور وہ اب تک صم بکم عمی کی تصویر بنے بیٹھے ہیں۔ موصوف نے مولانا روم کا ایک قول نقل کیا ہے جس سے یہ سارے نام نہاد صوفی بڑے پریشان ہیں، لکھتے ہیں:

''گندم نما جو فروش صوفی بزرگوں کے الفاظ چرا لیتے ہیں تا کہ لوگ انہیں بھی صوفی سمجھنے لگیں یہ لوگ اپنی باتوں میں بایزید بسطامی پر بھی نکتہ چینی کرتے ہیں حالانکہ ان کا باطن اس قدر کالا ہوتا ہے کہ یزید بھی دیکھ کر شرما جائے۔ جو شخص بھی ایسے صوفیوں کو بایزید کی طرح سمجھے گا اس کا حشر قیامت کے دن یزید کے ساتھ ہوگا۔'' (مثنوی مولانا روم دفتر اول حصہ دوم ص ۲۴۶)

یہی ایک اقتباس ان سارے صوفیوں کے ہفوات کا اچھا علاج ہے مگر مفتی صاحب نے ایک ماہر سرجن ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے زبردست سرجری کی ہے۔ جو لوگ علما پر علمائے ظاہر ہونے کا طنز کستے ہیں ان کا جواب دیتے ہوئے مفتی صاحب نے شاہ مراد اسہروردی کا یہ قول نقل کیا ہے:

''حضرت جنید امام تصوف تھے خلیفہ نے حکم دیا کہ فتوے پر ان کے دستخط لیے جائیں حضرت جنید سمجھتے تھے کہ منصور بے قصور و مجبور ہیں مگر یہ بھی جانتے تھے کہ شریعت باطن کو نہیں ظاہر کو دیکھتی ہے اور ظاہر میں ایسا کہنا فی الواقع بروئے شریعت کفر ہے۔ اس لیے آپ صوفیانہ لباس اتار کر خانقاہ سے مدرسے میں آئے علمائے ظاہر کا لباس زیب تن کیا اور محضر پر یہ لکھ دیا کہ ظاہری طور منصور واجب القتل ہے باطن کو خدا ہی جانتا ہے۔'' [ص ۱۵۹]

پورا مضمون پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے اور شطحیات صوفیہ پر موصوف نے زبردست تحقیقی مقالہ لکھا ہے جس کے لیے موصوف قابل داد ہیں کہ انہوں نے بروقت ایک بڑے فتنے کا سد باب فرمایا۔ [ماہ نامہ سنی دنیا فروری ۲۰۱۷ء ص ۴۸]

☆

مولانا طارق انور مصباحی

مدیر ماہنامہ ''پیغام شریعت'' (دہلی)

فاضل شہیر مفتی قوم وملت حضرت علامہ مفتی ذوالفقار خاں نعیمی ککرالوی زید فضلہ ومجدہ کی تحریر شطحیات اولیاے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی توضیح وتشریح میں ایک کامیاب اور عمدہ کاوش ہے۔ یہ قدیم روایت ہے کہ بہت سے لوگ اپنی دنیا میں مگن رہتے ہیں اور بہت سے بندگان الٰہی، خدمت خلق اور ہدایت قوم کی خاطر خود کو وقف کر دیتے ہیں۔ مفتی موصوف بھی ان نفوس عالیہ میں سے ہیں، جو اپنے عہد وقرن میں مینارۂ رشد وہدایت بن جاتے ہیں۔ ایسوں کے پاکیزہ قلوب کسی بھی ضلالت وگمرہی کو دیکھ کر بے چین ہوجاتے ہیں اور یہ حضرات اپنی مصروفیات ومشغولیات کو برطرف کر کے قوم کے ایمان وعمل کے تحفظ کے لیے میدان میں اتر پڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو اجر جزیل اور اہل باطل کے مقابل قوت عظیم سے سرفراز فرمائے: آمین بجاہ النبی الامین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

حالیہ چند سالوں سے برادران اہل سنت وجماعت میں عجب افراتفری کا ماحول بپا ہے۔ جس کو جو سمجھ میں آیا، اس نے اسی کو اپنا نظریہ تسلیم کرلیا۔ اکابرین علما ومشائخ سے کچھ استفسار بھی نہ کیا۔ اعتقادی امور میں بھی اس قسم کا تغافل داخل ہو چکا ہے۔ عوام وخواص میں اضطرابی کیفیت پائی جاتی ہے۔ کوئی ایسے بے لگاموں کو لگام ڈالنے تیار نہیں۔ محض چند نوجوان علما میدان میں نظر آتے ہیں۔

اس کرب واضطراب کے ماحول میں اکابرین امت کی خموشی بے قیدوں کے لیے راحت بخش ثابت ہورہی ہے۔ جس طرح فقہی مسائل پر سیمینار کا انعقاد ہوتا ہے، اگر اعتقادی امور پر بھی مجلس تحقیقات منعقد کی جاتی، اور متفقہ فیصلے منظر عام پر آتے تو حواس باختگان کی سرکوبی ہوجاتی، بلکہ راہ ہدایت کی جانب ان کے میلان قلب کے اسباب بھی فراہم ہوجاتے۔ قوم کی بے شمار رقم جلسوں اور دیگر غیر ضروری امور میں خرچ ہوجاتی ہے۔ جلسوں میں آس پاس کے علما کو مدعو کرنے کا رواج بحال کیا جائے اور فقہی تحقیقات کی طرح اعتقادی ودیگر امور پر بھی تحقیق وتدقیق کی راہیں ہموار کی جائیں۔ قومی رقم خرچ کرنے سے قبل خوب اور خوب تر کا تعین کرلیا

جائے: واللہ الہادی وہوالموفق

ملک ہند میں چند نو جوانوں کو دام فریب میں مبتلا کر کے انہیں غلط راہ پر ڈال دیا گیا ہے۔ شاید ان کی فطرت وسرشت میں بھی کج روی تھی۔ بعض سفید ریشوں کو مجددیت، بلکہ قطبیت کا وہم باطل ہوا۔ مال وزر اور داد ودہش کے ذریعہ نو جوانوں کی ٹیم تیار کر کے انہیں میدان میں اتار دیا گیا اور اصل مجرمین ومخربین پس پردہ مستور ومحجوب ہو کر نو جوانوں کو ورغلاتے رہے۔ شعوری یا لاشعوری طور پر ان نو جوانوں نے ایسے پھول کھلائے کہ ہر چہار جانب بد اعتقادی، توہین اسلاف، تحقیر معاصرین کی بدبو سے فضائے ہند بوجھل ہوگئی۔

مذہب حق کی جانب سے دفاع کے لیے قرطاس وقلم لے کر چند مخلص نو جوان علما میدان میں ضرور آئے، لیکن آج تک اکابرین کی مضبوط پشت پناہی انہیں حاصل نہ ہوسکی۔ بلاتفریق مشارب وسلاسل تمام اہل حق یعنی اہل سنت وجماعت کو متحد ومتفق ہو کر پیغام خدا اور رسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی تشہیر کرنی چاہئے۔

حضرت علامہ مفتی ذوالفقار خاں نعیمی، حضرت مولانا مفتی راحت خاں قادری، جناب طارق رضا نجمی، جناب ڈاکٹر علامہ امجد رضا امجد، حضرت مولانا لقمان شاہد (پاکستان) اور دفاعی سرحد پر عزم واستقامت کے ساتھ جلوہ افروز تمام علمائے کرام کو اللہ تعالیٰ دارین کے حسنات وبرکات سے سرفراز فرمائے۔ ان تمام کے لیے علمی، تحقیقی، اشاعتی وتمام لازمی وسائل کو سہل ترین فرمادے: آمین

حالات بگڑتے جارہے ہیں۔ برادران اہل سنت وجماعت کو باہمی اتحاد کے لیے بھی سر جوڑ کر بیٹھنا چاہیے۔ آپسی انتشار کے نقصانات سب دیکھ رہے ہیں۔ اب وقت کسی انتظار کا متحمل نہیں۔ ارباب فکر کو غور وفکر کرنا چاہئے۔ نو جوان علما بھی ربط باہمی کی کامیاب سعی فرمائیں۔ حالات کو قابو میں کرنے کی کوشش جاری رکھی جائے۔ اب یہ دیکھ کر بھی مجھے بہت خوشی ہوتی ہے کہ مرکزی سجادگان ومشائخ بھی تعمیری خدمات کی جانب اپنی توجہ مبذول کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ مزید خدمات دینیہ کی راہیں مہیا فرمادے: آمین

خلیفہ تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی ذوالفقار خاں نعیمی زید مجدہ وفضلہ کے رسالہ ''تصوف کے بدلتے رنگ'' کا غائرانہ مطالعہ کیا۔ اپنے موضوع پر دلائل وبراہین سے مبرہن پایا۔ اس میں

شطحیات اولیاے کرام کے مدلل احکام مرقوم ہیں۔حضرات علماے اہل سنت و جماعت کے تأثرات وخطوط بھی نظر نواز ہوئے۔ارشادالٰہی:{تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى}(سورہ مائدہ: آیت۲) پرعمل کرتے ہوئے مفتی موصوف کی تائید میں مندرجہ ذیل تحریر میں نے رقم کی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے: آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین

شطحیات اولیا سے استدلال جائز یا ناجائز؟

ہر عہد کی طرح عصر حاضر میں بھی مختلف حقائق کی بے محل توضیحات کی جارہی ہیں۔ حضرات اولیاے کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے بظاہر قابل اعتراض الفاظ وکلمات کی مختلف حیثیات ہیں۔ارباب علوم عقلیہ کے یہاں مشہور مقولہ ہے:{لولا الاعتبارات لبطلت الحکمة} یعنی اگر اعتبارات ملحوظ نہ رکھے جائیں تو علم وحکمت ذخیرۂ اباطیل بن کر رہ جائے۔

حضرات اولیاے کرام کے کلمات کی تحقیق یا ان سے استدلال کے وقت مندرجہ ذیل امور کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔

اول: منسوب الیہ کی جانب ان اقوال کی نسبت صحیح ہے یا نہیں؟ اگر نسبت غلط ہے تو اس کو محل استدلال میں پیش کرنا غلط ہے۔متعدد اولیاے کرام اور علماے دین کے کلام میں الحاق و تحریف ثابت ہے،اس لیے اولاً متکلم کی جانب کلام کی نسبت کی تحقیق کی جائے۔

دوم: اگر نسبت صحیح ہے تو وہ کلام حالت سکر میں صادر ہوا یا حالت صحو میں؟ اگر حالت سکر میں صادر ہوا تو اس سے استدلال درست نہیں۔

سوم: اگر حالت صحو میں صادر ہوا، اور اصطلاحات صوفیا کے مطابق اس کا مفہوم درست ہے تو اسی پر محمول کیا جائے گا۔

(الف) علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی (۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے شطحیات اولیاے کرام سے متعلق تحریر فرمایا:

﴿(اوقول کفر)عن قصد ورَوِيَّةٍ کما يُفْهِمُه قوله الاٰتی استهزاء الخ فلا اثر لسبق لسان او اکراه واجتهاد وحکاية کفر،لکن شرط الغزالی ان لايقع الا فی مجلس الحاکم وفيه نظر بل ينبغی انه حيث کان فی حکايته مصلحة جازت، وَشَطْحِ وَلِيٍّ حَالَ

غَيْبَتِهِ–اَوْ تاويله بما هو مصطلح عليه بينهم وَاِنْ جَهِلَه غَيْرُهم–اِذِ اللَّفْظُ الْمُصْطَلَحُ عَلَيْهِ حقيقةٌ عند اهلِه–فَلَا يعترض عليهم بمخالفته لاصطلاح غيرهم–كَمَا حَقَّقَه اَئِمَّةُ الكلام وغيرهم– وَمِنْ ثَمَّ زَلَّ كثيرون فى التهويل علٰى محققى الصوفية بما هم برئيون منه﴾

(تحفة المحتاج مع حاشية الشروانى ج۹ص۹۷–دار الفكربيروت)

ترجمہ: یا کفر کا قول کرنا قصد وارادہ کے ساتھ، جیسا کہ اسی کو بتاتا ہے ماتن کا آنے والا قول ''استہزاءً الخ'' پس کوئی اثر نہیں ہوگا (ایمان کے زائل ہونے میں) سبقت لسانی، یا اکراہ واجبار اور کفریہ قول کی حکایت کرنے کا، لیکن امام غزالی نے شرط لگائی کہ نقل کفر صرف حاکم کی مجلس میں واقع ہو، اور اس میں اعتراض ہے، بلکہ مناسب ہے کہ جہاں اس کی حکایت میں مصلحت ہو، وہاں حکایت ونقل جائز ہے، اور کوئی اثر نہیں ہوگا حالت سکر میں ولی کے شطح یا ان کی اصطلاح کے مطابق اس کی تاویل کا، اگر چہ دیگر حضرات اس سے ناواقف ہوں، اس لیے کہ اصطلاحی لفظ کی اہل اصطلاح کے یہاں ایک حقیقت ہے، پس ان پر غیر اولیا کی اصطلاح کی مخالفت کی وجہ سے اعتراض وارد نہیں ہوگا، جیسا کہ ائمہ متکلمین ودیگر علما نے اس کو ثابت فرمایا۔ اسی وجہ سے محققین صوفیا پر حکم جاری کرنے میں بہت سے حضرات کا قدم پھسل گیا، جس سے وہ بری ہیں۔

(ب) امام اہل سنت نے تحریر فرمایا:

وما نقل عن بعض الصوفية قَدَّسَنَا اللّٰه تعالٰى باسرارهم –مِنْ قِدَمِ العرش او الكرسى –فَعَلٰى تقدير ثبوته منهم مؤولٌ كَمَا بَيَّنَه المولَى الْعَارف باللّٰه تعالٰى سيدى عبد الغنى النابلسى قدس اللّٰه القدسى فى الحديقة الندية–وَقَدْ زَلَّت ههنا قدم الحسن جلبى فى حاشية شرح المواقف فَلْيَتَنَبَّهْ–نَسْاَلُ اللّٰهَ العفو والعافية

(المعتمد المستند ص۲۱۳)

ترجمہ: جو بعض صوفیاے کرام سے عرش یا کرسی کا قدیم ہونا منقول ہے، تو ان حضرات سے اس کے ثبوت کو مان لینے پر یہ قابل تاویل ہے، جیسا کہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی حنفی (۱۰۵۰ھ-۱۱۴۳ھ) نے **"الحدیقۃ الندیہ"** میں بیان فرمایا اور شرح مواقف کے حاشیہ میں اس مقام پر علامہ حسن چلپی کا قدم پھسل گیا، پس اس پر آگاہ ہو جاؤ، ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و درگذر اور عافیت طلب کرتے ہیں۔

چہارم: حضرات اولیاے کرام کے بعض کلمات متشابہات کے قبیل سے ہوتے ہیں۔ دراصل جس مقام پر وہ فائز ہوتے ہیں، کبھی الفاظ و عبارات ان احوال کی تعبیر سے قاصر ہوتے ہیں۔ وہ جو الفاظ استعمال کرتے ہیں، ان سے بظاہر خلاف شرع کا وہم ہوتا ہے، اس لیے ایسے الفاظ و عبارات سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔

(الف) علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی مکی (۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے رقم فرمایا:

ان ما وقع فی کلمات بعض المتقدمین و المتأخرین من ائمة الصوفیاء مما یُوْهِمُ حُلُوْلًا وَ اِتِّحَادًا، لیس مرادهم ذلک.

(الفتاوی الحدیثیة ص ۲۳۹)

ترجمہ: بعض متقدمین و متاخرین ائمہ صوفیاے کرام کے کلمات میں جو حلول و اتحاد کا وہم پیدا ہوتا ہے، وہ ان کی مراد نہیں ہے۔

(ب) علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی مکی (۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے رقم فرمایا:

﴿وَحِيْنَئِذٍ رُبَّمَا يَصْدُرُ عَنِ الْوَلِيِّ عِبَارَاتٌ تُشْعِرُ بِالْحُلُوْلِ اَوِ الْاِتِّحَادِ- لِقُصُوْرِ الْعِبَارَةِ عَنْ بَيَانِ تِلْكَ الْحَالِ-وَبُعْدِ الْكَشْفِ عَنْهَا بِالْمِثَالِ﴾ (الفتاوی الحدیثیة ص ۲۴۰)

ترجمہ: اس وقت ولی سے کبھی ایسی عبارتیں صادر ہوتی ہیں جو حلول یا اتحاد کو ظاہر کرتی ہیں، عبارت کے ان احوال کو بیان کرنے سے قاصر ہونے کے سبب اور مثال سے ان احوال کی وضاحت کے بعید ہونے کے سبب۔

پنجم: اگر حالت صحو میں وہ کلام صادر ہوا، اور اصطلاحات صوفیا کے مطابق بھی اس کی صحیح

توضیح نہیں ہوسکتی ہے تو ان کے حالات ظاہری یعنی اتباع شرع، تقویٰ اور طاعت خدا اور رسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو دیکھ کر یہی حکم دیا جائے گا کہ قلت توجہ کے سبب ایسا کلام صادر ہوا۔ اب ایسی لغزشوں اور خطاؤں میں اولیا یا علما کی تقلید نہیں کی جائے گی۔ لاشعوری طور پر کبھی کفریہ کلمات بھی صادر ہوجاتے ہیں۔ ایسے مراحل میں محققین کو خود اپنی تحریروں کے عیوب پر اطلاع نہیں ہو پاتی۔ مابعد کے علما کی نظر میں جب ایسی عبارتیں آتی ہیں تو بعض لوگ قلت علم کے سبب اس خطا کو دلیل بنا لیتے ہیں، حالانکہ اگر خود متکلم و محقق موجود ہوتے، اور انہیں اپنے کلام میں خطا پر اطلاع ہوجاتی تو وہ اس سے رجوع کر لیتے۔ قلت توجہ کے سبب لغزش و خطا ممکن ہے، لیکن خطا کے علم و ادراک کے بعد اس پر اصرار کے سبب حکم شرع نافذ ہوگا۔ عدم علم تک ہی معذور قرار دیئے جائیں گے۔ اسی طرح کوئی جاہل مسلمان کسی ضروری دینی کا انکار عدم علم کے سبب کردے تو وہ معذور ہوگا، لیکن اگر بہت سے لوگوں نے اسے بتا دیا، اور وہ حکم ضروری اس کی نظر میں متواتر اور بالکل یقینی ہوگیا تو اب اس انکار کے سبب حکم کفر نافذ ہوگا۔

علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی مکی (۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے اولیاے کرام سے متعلق رقم فرمایا کہ حالت سکر میں خلاف شرع کلمات کے صدور پر حضرات اولیاے کرام کی تعزیر بھی نہ کی جائے گی، تکفیر تو بہت دور کی بات ہے، کیونکہ حالت سکر میں وہ غیر مکلّف ہوتے ہیں۔ اسی طرح زوال عقل کے سبب مجنوں پر بھی حکم شرع نافذ نہیں ہوتا۔ حکم شرع کے نفاذ کے لیے عاقل و بالغ ہونے کی شرط مشہور و معروف ہے۔

علامہ ابن حجر نے تحریر فرمایا:

لانه ان كان غائبا فهو غير مكلف لا يعزر كما لو أُوِّلَ بمقبول والا فهو كافر.

(تحفة المحتاج مع حاشية الشروانی ج۹ ص۹۷ –دار الفکر بیروت)

ترجمہ: اس لیے کہ اگر ولی حالت سکر میں ہو تو وہ غیر مکلّف ہے، ان کی تعزیر نہ کی جائے گی، جیسا کہ اگر تاویل مقبول پیش کی جائے، ورنہ وہ کافر ہے۔

تحقیقات و تسامحات کی توضیح

بعض اُمور اعتقادیہ کی تشریح میں بعض محققین کی عبارتوں میں قلت التفات کے سبب

بعض تسامحات بھی پائے گئے، ان تسامحات کو علماے مابعد نے دلائل کی روشنی میں ظاہر فرمایا۔ اگر قائل موجود ہوتے تو وہ بھی ان علما کی تشریحات کو قبول فرماتے، کیونکہ ان کا عقیدہ وہی تھا، جو ان کی دیگر تحریروں سے ثابت ہوتا ہے۔ گرچہ خاص اس تحریر اور اس تعبیر میں ان سے بعض ایسے الفاظ صادر ہو گئے، جن سے بظاہر ایک اجنبی مفہوم اس عبارت میں نظر آنے لگا۔ رسالہ: "**قمع المبین لآمال المکذبین**" میں امام احمد رضا کی توضیحات اس پر شاہد عدل ہیں۔

(۱) امام احمد رضا قادری نے اس قسم کی عبارتوں سے متعلق تحریر فرمایا: "ان عبارتوں کے جواب کو ارباب دین وانصاف کے لیے بحمدہ تعالیٰ ایک نکتہ بس ہے۔ عقیدہ وہ ہوتا ہے جو متون یا تراجم ابواب وفصول، یا فہرست وفذلکہ عقائد میں لکھتے ہیں۔ وہی اہل سنت کا معتقد ہوتا ہے۔ وہ ہی خود ان علما کا دین معتمد ہوتا ہے۔ ہنگام ذکر دلائل وابحاث ومناظرہ جو کچھ ضمناً لکھ جاتے ہیں، اس پر نہ اعتماد ہے، نہ خود ان کا اعتقاد ہے، اور تو اور خود سب سے اعلیٰ واجلیٰ مسئلہ توحید میں ملاحظہ فرمایئے۔

اس کلام محدث (جدید علم کلام) میں اس کے دلائل پر کیا کیا نقض وارد کیے ہیں۔ دلائل عقلیہ بالائے طاق رکھیے، خود برہان قطعی، یقینی، ایمانی، قرآنی { **لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا** } پر کیا شور وشغب نہ ہوا، حتی کہ علامہ سعد الدین تفتازانی نے اسے محض اقناعی لکھ دیا، جس پر نوبت کہاں تک پہنچی۔ کیا معاذ اللہ اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کو توحید پر ایمان نہیں، یا اس میں کچھ شک ہے۔ نہیں، یہ صرف طبع آزمائیاں اور بحث ومباحثہ کی خامہ فرسائیاں ہیں، جو گمرہوں کے لیے باعث ضلال ودستاویز اضلال ہو جاتی ہیں، اور اہل متانت واستقامت جانتے ہیں کہ: { **مَاضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا :: بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ** } (انہوں نے تم سے یہ نہ کہی، مگر ناحق جھگڑنے کو، بلکہ وہ ہیں جھگڑالو لوگ) ولہٰذا ائمہ دین وکبراے ناصحین ہمیشہ سے اس کلام محدث (جدید علم کلام) کی مذمت اور اس میں اشتغال سے ممانعت فرماتے آئے۔"

(فتاویٰ رضویہ ج۱۵ ص۵۱۴، ۵۱۵- جامعہ نظامیہ لاہور)

(۲) "میں نے "**القمع المبین**" میں متعدد نظائر اس کے ذکر کیے ہیں کہ ایمان و عقیدہ کچھ ہے، اور بحث ومباحثہ میں کچھ کا کچھ، حتی کہ کفر صریح تک لکھتے ہیں۔"

(فتاویٰ رضویہ ج۱۵ ص۵۱۵- جامعہ نظامیہ لاہور)

(۳) ''یہ حضرات خود بھی تصریح کر گئے ہیں کہ عقائد معلوم و متعین ہو چکے۔ ابحاث و مشاجرات وغیرہا میں جو کچھ ہم لکھیں، اس پر اعتماد نہ کرو، عقیدہ سے مطابقت ومخالفت دیکھ لو، پھر بھی اگر {اَلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ} (وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے) بگڑیں، {فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ} (وہ تو اشتباہ والی آیتوں کے پیچھے پڑتے ہیں، گمرہی چاہنے کو) پر اڑیں تو یہ ان کی بدنصیبی و بے ایمانی۔'' (فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۵۱۵- جامعہ نظامیہ لاہور)

اس طرح کی عبارتیں کبھی محقق کی قلت التفات، کبھی نسخہ نقل کرنے والے کی خطا کے سبب، کبھی ناقل کی تحریف کے سبب، کبھی مناظرانہ طرز پر کلام میں بطور فرض وتقدیر یا محض اسکات خصم کے لیے کتابوں میں درج ہو جاتی ہیں۔ مسئلہ امکان کذب سے متعلق مفتی احناف مکہ معظّمہ حضرت مولانا صالح کمال بن صدیق کمال علیہما الرحمۃ والرضوان کا فتویٰ، پھر علامہ غلام دستگیر قصوری (م ۱۳۱۵ھ) کے توجہ دلانے پر مفتی احناف کا توضیحی جواب **''ضمیمہ تقدیس الوکیل''** میں موجود ہے۔ یہ محقق کی قلت التفات کے سبب ہوا، اسی لیے بعد میں اپنی عبارت کی توضیح پیش فرمائی۔ تفصیل کے لیے **تقدیس الوکیل**: ضمیمہ (ص ۴۳۰ تا ۴۴۰- نوری کتب خانہ لاہور) رجوع کیا جائے۔ ایسے مواقع پر رقم کردہ عبارتوں میں اصل عقیدہ کا بیان نہیں ہوتا۔ اس امر کی وضاحت کے لیے چند اقتباسات درج ذیل ہیں۔

(۴) محقق شہیر حضرت علامہ سید ابن عابدین شامی حنفی (۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ-۱۷۸۴ء-۱۸۳۶ء) نے تحریر فرمایا:

> **واما المعتزلة فمقتضى الوجه حل مناكحتهم لان الحق عدم تكفير اهل القبلة وان وقع الزاما فى المباحث بخلاف من خالف القواطع المعلومة بالضرورة من الدين مثل القائل بقدم العالم ونفى العلم بالجزئيات على ما صرح به المحققون– واقول: وكذا القول بالايجاب بالذات ونفى الاختيار –اه**
>
> **وقوله: وان وقع الزاما فى المباحث معناه:وان وقع التصريح بكفر المعتزلة ونحوهم عند البحث معهم فى رد مذهبهم بانه كفر، اى يلزم من قولهم بكذا الكفر ولا يقتضى ذلك كفرهم،**

لان لازم المذهب ليس بمذهب

(ردالمحتار علی الدرالمختار ج۳ص۵۰-دارالفکر بیروت)

ترجمہ: لیکن معتزلہ تو دلیل ان سے نکاح کے حلال ہونے کو چاہتی ہے، اس لیے کہ اہل قبلہ کی عدم تکفیر حق ہے، اگر چہ بحث ومناظرہ میں بطریق اسکات خصم (تکفیر) واقع ہو، برخلاف اس کے جس نے قطعی ویقینی، دین کے بدیہی طور پر معلوم امر کی مخالفت کی، جیسے دنیا کے قدیم ہونے اور (رب تعالیٰ سے) جزئیات کے علم کی نفی کا قول کرنے والا، جیسا کہ علمائے محققین نے اس کی تصریح کی۔ امام حصکفی صاحب درمختار نے فرمایا کہ اسی طرح (رب تعالیٰ کے لیے) ایجاب ذاتی اور اختیار کی نفی کا قول کرنے والا (کافر ہے)

امام حصکفی کا قول: (اگر چہ مباحث میں بطریق اسکات خصم (تکفیر) واقع ہو) اس کا معنی ہے کہ: گر چہ معتزلہ اور ان کے مماثلین کے کفر کی صراحت واقع ہوئی، ان کے ساتھ بحث ومناظرہ کے وقت ان کے مذہب کا رد وابطال کرتے ہوئے کہ یہ کفر ہے، یعنی ان کے قول سے ایسا کفر لازم آتا ہے، اور یہ ان کے کافر ہونے کا مقتضی نہیں، اس لیے کہ لازم مذہب، مذہب نہیں۔

توضیح: فقہا نے معتزلہ کی تکفیر کی ہے، لیکن متکلمین کے یہاں معتزلہ ایک گمراہ فرقہ ہے۔ مناظرہ ومباحثہ میں بطور اسکات خصم ایسی عبارت رقم ہوجاتی ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ متکلمین بھی معتزلہ کو کافر مانتے ہیں۔

(۵) علامہ میر سید شریف جرجانی حنفی (۷۴۰ھ-۸۱۶ھ) نے تحریر فرمایا: **علیک برعاية قواعد اهل الحق فی جميع المباحث وان لم يصرح بها.**

(شرح المواقف ج۵ص۲۴۲)

ترجمہ: تم پر تمام مباحث میں اہل حق کے قواعد کی رعایت کرنی لازم ہے، گر چہ وہ اس کی تشریح نہ کریں۔

(۶) امام احمد رضا قادری نے تحریر فرمایا: ''شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں

تصریح کی کہ جو کچھ میں اس میں کہوں، میرا مذہب نہ سمجھا جائے۔ میری باگ ایک قوم بے ادب کے ہاتھ میں ہے۔ جدھر لے جاتے ہیں، جانا پڑتا ہے۔ بالجملہ مباحث کلام ومناظرہ کا کچھ اعتبار نہیں۔ محل بیان عقائد میں جو کچھ لکھا ہے، وہ عقیدہ ہے، یا جس پر صراحۃً اجماع ملت بتایا جائے، یا اسے تصریحاً عقیدہ اہل سنت کہا جائے، یا اس کے خلاف کو مذہب گمراہاں بتایا جائے"۔ (فتاوی رضویہ ۱۵ص ۵۱۵- جامعہ نظامیہ لاہور)

جو کلام حالت صحو میں اولیاے کرام سے یا بحث ومناظرہ یا تحقیق وتشریح کے وقت علماے اسلام سے صادر ہو، اگر وہ شریعت مطہرہ کے منافی ہے، اور وہاں تاویل صحیح (تاویل قریب) کی گنجائش نہیں ہے تو ان حضرات کے اتباع شرع کو پیش نظر یہی حکم ہوگا کہ بوجہ غفلت ایسا ہو گیا۔ اگر ایسی صورت میں کفر لزومی بھی لازم آئے تو بھی صاحب کلام پر کوئی حکم عائد نہیں ہوگا، کیونکہ اس عیب پر انھیں اطلاع نہیں ہے۔

(۷) علامہ میر سید شریف جرجانی حنفی (۷۴۰ھ-۸۱۶ھ) نے کفر لزومی کے بارے میں تحریر فرمایا: ﴿**من یلزمه الکفر و لایعلم به لیس بکافر**﴾ (شرح المواقف ص ۵۵۶)

ترجمہ: جسے کفر لازم ہو، اور اسے اس کا علم نہ ہو تو وہ کافر نہیں۔

(۸) امام عبدالوہاب شعرانی شافعی (۸۹۸ھ-۹۷۳ھ) نے تحریر فرمایا: ﴿**لا یکفر اذا لم یعلم بان اللازم کفر**﴾ (الیواقیت والجواہر ج۲ ص ۱۲۳: مصر)

ترجمہ: جب لزوم کفر کا علم نہ ہو تو مرتکب کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

فتویٰ میں لغزش وخطا ظاہر ہو جانے پر رجوع کا حکم ہے۔ امام اہل سنت کی تحریر درج ذیل ہے۔

سوال: جو صاحب جھوٹا مسئلہ بیان کریں، ان کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب: جھوٹا مسئلہ بیان کرنا سخت شدید کبیرہ ہے۔ اگر قصداً ہے تو شریعت پر افترا ہے، اور شریعت پر افترا، اللہ عزوجل پر افترا ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: {**اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ**} وہ جو اللہ پر جھوٹا افترا کرتے ہیں، فلاح نہ پائیں گے، اور اگر بے علمی سے ہے تو جاہل پر سخت حرام ہے کہ فتویٰ دے۔ حدیث میں ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں {**مَنْ اَفْتٰی بِغَیْرِ عِلْمٍ لَعَنَتْهُ مَلٰئِكَةُ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ**} جو بغیر علم کے

فتویٰ دے، اس پر آسمان وزمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ ہاں، اگر عالم سے اتفاقاً سہواً واقع ہو، اور اس نے اپنی طرف سے بے احتیاطی نہ کی، اور غلط جواب صادر ہوا تو مواخذہ نہیں، مگر فرض ہے کہ مطلع ہوتے ہی فوراً اپنی خطا ظاہر کرے۔ اس پر اصرار کرے گا تو پہلی شق یعنی افترا میں آئے گا۔ (فتاویٰ رضویہ ج۹ نصف اخیر ص ۲۷۵-رضا اکیڈمی ممبئی)

حالتِ سکر کے کلمات سے حالت صحو میں توبہ ورجوع

حضرات اولیاے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حالت سکر میں جو کچھ صادر ہوتا، وہ حالت صحو میں اس کا انکار کرتے اور غلط کو غلط ہی قرار دیتے۔ حضرت سیدنا بایزید بسطامی اور حضرت حسین بن منصور حلاج کے کلمات موجود ہیں کہ حالت صحو میں ان حضرات نے اپنے کلمات کو غلط کہا۔ حضرت حسین بن منصور حلاج نے حکم شرع کے مطابق کئی بار توبہ کی تھی۔ اخیر وقت میں بھی توبہ کی تھی، لیکن مسلک مالکی کے مطابق بار بار صدور خطا کے سبب حکم کفر صادر کیا گیا اور فقہاے مالکیہ نے ان کی توبہ قبول نہ کی۔ جب ارتداد کا صدور ہو، اور مجرم توبہ کرے، پھر ارتداد اور توبہ کی کئی بار تکرار ہو جائے تو فقہ مالکی میں اسے استخفاف بالدین قرار دیا جاتا ہے اور توبہ قبول نہیں کی جاتی۔ تکرار خطا کے سبب حضرت حلاج کی توبہ کو آخری مرتبہ فقہاے مالکیہ نے قبول نہ کیا۔ مالکی فقیہ قاضی ابوعمر مالکی (م ۳۲۰ھ) نے عباسی خلیفہ مقتدر باللہ (م ۳۲۰ھ) کے عہد میں حضرت حسین بن منصور حلاج کے قتل کا فتویٰ دیا اور عباسی خلیفہ مقتدر باللہ کے حکم سے ۲۳/ ذی قعدہ ۳۰۷ھ کو آپ کا قتل ہوا۔

متکلمین ودیگر فقہا کے یہاں یہ توبہ مقبول ہوگی، اس لیے دیگر فقہا و متکلمین کے یہاں حضرت حسین بن منصور حلاج علیہ الرحمۃ والرضوان تمام الزام سے بری ہیں۔ اگر حالت صحو میں ان بظاہر خلاف شرع امور کو صحیح قرار دیتے تو علماے متکلمین اور فقہا کے یہاں بھی معاملہ قابل مواخذہ ہو جاتا۔ جس قول سے قائل خود ہی حالت صحو میں توبہ کرے، اس کو دلیل بنا کر اس قسم کا کلام کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ اولیاے کرام سے حالت سکر میں اور علما و محققین سے حالت غفلت میں قابل مواخذہ امور کا صدور ہوتا ہے، لیکن وہ قابل استدلال نہیں ہوتا۔ بعد میں ان اقوال کے قائلین خود ان کلمات کو غلط بتاتے ہیں۔ حضرت حسین بن منصور حلاج سے متعلق علماے اسلام کے اقوال درج ذیل ہے۔

قاضی عیاض مالکی (۴۷۶ھ-۵۴۴ھ) نے تحریر فرمایا:

واجمع فقهاء بغداد اَيَّامَ الْمُقْتَدِر من المالكية وقاضى قضاتها ابو عُمَرَ الْمَالِكِيِّ عَلٰى قَتْلِ الْحَلَّاجِ وَصَلْبِهٖ لِدَعْوَاه الالٰهِيَّةِ والقول بالحلول- وقوله: اَنَا الْحَقُّ-مَعَ تَمَسُّكِهٖ فى الظاهر بالشريعة- ولم يقبلوا توبته. (الشفاء ج۲ص۲۹۸)

ترجمہ: حضرت حلاج کے بظاہر شریعت پر پابندی کے باوجود مقتدر باللہ کے عہد میں بغداد کے مالکی فقہا اور ان کے قاضی القضاۃ حضرت ابوعمر مالکی کا حضرت حلاج کے معبودیت کا دعویٰ کرنے، حلول واتحاد کا قول کرنے اور ان کے قول ''انا الحق'' کے سبب ان کے قتل اور سولی دینے پر اجماع ہوا، اور فقہاے مالکیہ نے حضرت حلاج کی توبہ قبول نہ کی۔

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی مصری (۹۷۷ھ-۱۰۶۹ھ) نے تحریر فرمایا: (**وَلَمْ يَقْبَلُوْا تَوْبَتَهٗ) لِتَكَرُّرِ ذٰلِكَ مِنْهُ.** (نسیم الریاض ج۴ص۵۳۷)

ترجمہ: (فقہاے مالکیہ نے حضرت حلاج کی توبہ قبول نہ کی) ان سے ان امور کے بار بار صادر ہونے کی وجہ سے۔

ملاّ علی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے تحریر فرمایا:

(ولم يقبلوا توبته) بمقتضٰى مذهب المالكية.

(شرح الشفاء ج۴ص ۵۳۷)

ترجمہ: فقہاے مالکیہ نے حضرت حلاج کی توبہ قبول نہ کی، مالکی مذہب کے مطابق۔ (ارتداد کی تکرار استخفاف بالدین کو ظاہر کرتی ہے)

ملاعلی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے تحریر فرمایا:

(مع تمسكه فى الظاهر بالشريعة) فى سائر اقواله وافعاله-حَتّٰى قِيْلَ: اِنَّهٗ كَعَادَتِهٖ كُلَّ لَيْلَةٍ يُصَلِّىْ اَلْفَ رَكْعَةٍ فِى الْحَبْسِ.

(شرح الشفاء ۴ص۵۳۷)

ترجمہ: (حضرت حلاج کے بظاہر شریعت پر پابندی کے باوجود) اپنے تمام اقوال وافعال میں، یہاں تک کہ بتایا گیا کہ ان کی عادت کریمہ تھی کہ قید میں ہر رات ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی (۹۷۷ھ-۱۰۶۹ھ) نے تحریر فرمایا:

(لِدَعْوَاہ الْاِلٰھِیَّۃِ)ای قولہ—انا اللّٰہ—کَمَا ھومشھور عنہ.

(نسیم الریاض ج۴ص۵۳۷)

ترجمہ: (حضرت حلاج کے معبودیت کا دعویٰ کرنے کے سبب) یعنی حلاج کے قول ''انا اللہ'' کے سبب، جیسا کہ ان سے مشہور ہے۔

ملاّ علی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے تحریر فرمایا:

ان قولہ''انا الحق''لیس بظاھر فی دعوی الالوھیۃ،لان الحق یاتی بمعنی الثابت و ضد الباطل—ھٰذا—وَقَدْ اِعْتَذَرَ الْغَزَالِیُّ فی مشکاۃ الانوارعن الالفاظ التی کانت تَصْدُرُ مِنْہُ.

(شرح الشفاء للقاری ج۴ص۵۳۷)

ترجمہ: حضرت حلاج کا قول ''انا الحق'' معبودیت کے دعویٰ میں ظاہر نہیں ہے، اس لیے کہ حق (کا لفظ) ثابت اور ضد باطل کے معنی میں آتا ہے۔ اسے یاد کرلو۔ امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ والرضوان نے مشکات الانوار میں ان الفاظ کی تاویل پیش کی ہے جو حلاج سے صادر ہوتے تھے۔

جب حضرت حلاج کو سولی دی گئی اور بعد قتل خون کے قطرے زمین پر پڑے تو ان قطروں سے زمین پر ''اللہ، اللہ'' کے نقش بن گئے۔ موت کے بعد ان کے سر سے بھی ''اللہ، اللہ'' کی آواز آتی تھی۔ ان کی صحت باطن کی دلیل یہ ہے کہ بعض اہل کشف نے ان کی زیارت قبر کی تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی قبر سے آسمان تک ایک چمکتا ہوا نور ہے۔ انھوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ: یا اللہ! فرعون کے قول ''انا ربکم الاعلیٰ'' اور حضرت حلاج کے قول میں کیا فرق ہے؟ اس اہل کشف کو الہام ربانی ہوا کہ فرعون نے اپنے آپ کو دیکھا اور مجھ سے بے خبر رہا، اور حلاج نے مجھے دیکھا اور اپنے آپ سے بے خبر رہا۔ یعنی حضرت حلاج فنا فی اللہ کی منزل میں ہونے کے

سبب اپنی ذات کا ادراک واحساس نہ کر سکے، وہ خود اپنے آپ سے غافل ہو گئے۔ اہل فنا کی یہی کیفیت وحالت ہوتی ہے۔علماے اسلام کے اقوال درج ذیل ہیں۔

ملا علی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے تحریر فرمایا:

قیل: اِنَّهٗ لَمَّا صُلِبَ، جَرٰی دَمُهٗ فِی الْاَرْض وَیَنْتَقِشُ: اَللّٰه اَللّٰه.

(شرح الشفاء للقاری ۴ص ۵۳۷)

ترجمہ: کہا گیا کہ جب حضرت حلاج کو سولی دی گئی تو ان کا خون زمین پر بہا اور ''اللہ، اللہ'' کا نقش بنتا گیا۔

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی مصری (۹۷۷ھ-۱۰۶۹ھ) نے تحریر فرمایا:

وَلَمَّا اَنْ رُمِیَ عُنُقُهٗ، صَارَتْ رَاسُهٗ تَنِطُّ وَتَقُوْلُ: "اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰه"- وَالنَّاسُ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْهَا. (نسیم الریاض ۴ص ۵۳۸)

ترجمہ: حضرت حلاج کو جب قتل کیا گیا تو ان کا سر اچھلنے لگا اور وہ ''اللہ، اللہ'' بول رہا تھا اور لوگ اسے دیکھ رہے تھے۔

ملاّ علی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿والدلیل عَلٰی صحة باطنه- اَنَّهٗ کَانَ یُقْطَعُ یَدَاهُ وَرِجْلَاهُ- وَهُوَ یَقُوْلُ: "حسب الواحد بافراد الواحد"- وَقَدْ زَارَ قَبْرَهٗ بَعْضُ اَهْلِ الْکَشْفِ- فَرَاٰی نُوْرًا سَاطِعًا مِنْ قَبْرِهٖ اِلَی السَّمَاءِ- فقال: یَا رَبِّ- مَا الْفَرْقُ بَیْنَ قَوْلِهٖ وَبَیْنَ قَوْلِ فِرْعَوْنَ- "اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی"- فَاُلْهِمَ اَنَّ فِرْعَوْنَ رَاٰی نَفْسَهٗ وَغَابَ عَنَّا- وَهٰذَا رَاٰنَا وَغَابَ عَنْ نَفْسِهٖ﴾ (شرح الشفاء للقاری ۴ص ۵۳۷)

ترجمہ: حضرت حلاج کے باطن کے صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹے جا رہے تھے، اور وہ کہتے تھے، (حسب الواحد بافراد الواحد) اور بعض اہل کشف نے ان کی زیارت قبر کی تو انہوں نے ان کی قبر سے آسمان تک ایک چمکتا نور دیکھا، پس انھوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ: یا اللہ! فرعون کے قول ''انا ربکم الاعلیٰ'' اور حضرت حلاج کے قول میں کیا فرق ہے؟

اس اہل کشف کو الہام ربانی ہوا کہ فرعون نے اپنے آپ کو دیکھا اور مجھ سے بے خبر رہا اور حلاج نے مجھے دیکھا اور اپنے آپ سے بے خبر رہا۔

حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز نے بھی حالت صحو میں اپنے قول کا انکار کیا اور فرمایا کہ وہ کلام فرماتا ہے، جس کی یہ شان ہے، یعنی ایسے مواقع پر اولیاے کرام شجر وادی طور کی منزل میں ہوتے ہیں۔ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے اس کی تفصیل تحریر فرماتے ہوئے لکھا:

''شیخ الانبیاء خلیل کبریا علیہ الصلوٰۃ والثنا نے شب معراج حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خطبہ فضائل سن کر تمام انبیا و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا: {**بھذا فضلکم محمد صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم**} ان وجوہ سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سب سے افضل ہوئے۔ ولی کس منہ سے دعوی ارفعیت کرے گا اور جو کرے، حاشا ولی نہ ہوگا، شیطان ہوگا۔ حضرت سیدنا بایزید بسطامی اور ان کے امثال ونظائر رضی اللہ تعالیٰ عنہم وقت ورود تجلی خاص شجرۂ موسیٰ ہی ہوتے ہیں۔ سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو درخت میں سے سنائی دیا: {**یٰمُوْسٰی انی انا اللّٰہ رب العلمین**} اے موسیٰ! بے شک میں اللہ ہوں، رب سارے جہاں کا۔ کیا یہ پیڑ نے کہا تھا۔ حاشا اللہ! بلکہ واحد قہار نے جس نے درخت پر تجلی فرمائی، اور وہ بات درخت سے سننے میں آئی۔

کیا رب العزت ایک درخت پر تجلی فرما سکتا ہے اور اپنے محبوب بایزید پر نہیں۔ نہیں نہیں، وہ ضرور تجلی ربانی تھی۔ کلام بایزید کی زبان سے سنا جاتا تھا، جیسے درخت سے سنا گیا اور متکلم اللہ عزوجل تھا۔ اسی نے وہاں فرمایا: {**یٰمُوْسٰی انی انا اللّٰہ رب العلمین**} اسی نے یہاں بھی فرمایا: {**سبحانی ما اعظم شانی**} اور ثابت ہو تو یہ بھی کہ {**لوائی ارفع من لواء محمد صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم**} بے شک لوائے الٰہی لوائے محمدی سے ارفع واعلیٰ ہے۔ حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی مثنوی شریف میں اس مقام کی خوب تفصیل فرمائی ہے، اور تسلط جن سے اس کی توضیح کی ہے کہ انسان پر ایک جن مسلط ہو کر اس کی زبان سے کلام کرے اور

رب عزوجل اس پر قادر نہیں کہ اپنے بندے پر تجلی فرما کر کلام فرمائے جو اس کی زبان سے سننے میں آئے، بلاشبہہ اللہ قادر ہے۔

اور معترض کا اعتراض باطل، اس کا فیصلہ خود حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ہو چکا۔ ظاہر بینوں، بے خبروں نے ان سے شکایت کی کہ آپ{ **سبحانی ما اعظم شانی** } کہا کرتے ہیں۔ فرمایا: حاشا! میں نہیں کہتا۔ کہا: آپ ضرور کہتے ہیں، ہم سب سنتے ہیں۔ فرمایا: جو ایسا کہے، واجب القتل ہے۔ میں بخوشی تمہیں اجازت دیتا ہوں۔ جب مجھے ایسا کہتے سنو، بے دریغ خنجر مار دو۔ وہ سب خنجر لے کر منتظر وقت رہے، یہاں تک کہ حضرت پر تجلی وارد ہوئی اور وہی سننے میں آیا کہ:{**سبحانی ما اعظم شانی** } مجھے سب عیبوں سے پاکی ہے، میری شان کیا ہی بڑی ہے۔ وہ لوگ چاروں طرف سے خنجر لے کر دوڑے، اور حضرت پر وار کیے۔ جس نے جس جگہ خنجر مارا تھا، خود اس کے اسی جگہ لگا اور حضرت پر خط بھی نہ آیا۔ جب افاقہ ہوا، دیکھا سب لوگ زخمی پڑے ہیں۔ فرمایا: میں نہ کہتا تھا کہ میں نہیں کہتا، وہ فرماتا ہے جسے فرمانا بجا: واللہ اعلم۔''

(فتاویٰ رضویہ ج۶ ص۱۴۵، ۱۴۶-رضا اکیڈمی ممبئی)

اولیاے کرام کی اصطلاحاتِ خاصہ کا استعمال ممنوع

حضرات اولیاے کرام قدست اسرارہم کا استعمال دوسروں کو ممنوع ہے، کیونکہ عدم فہم کی وجہ سے مفاسد درپیش ہوں گے۔

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی (۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے تحریر فرمایا:

ویتردد النظر فیمن تکلم باصطلاحهم المقرر فی کتبهم قاصدا له مع جهله به والذی ینبغی،بل یتعین وجوب منعه منه،بل لوقیل بمنع غیر المشتهر بالتصوف الصادق من التکلم بکلماتهم المشکلة الا مع نسبتها الیهم غیر معتقد لظواهرها،لم یبعد لان فیه مفاسد لا تخفی. (تحفة المحتاج مع حاشیة الشروانی ج۹ ص۹۷-

دار الفکر، بیروت)

ترجمہ: اس سے متعلق فیصلہ میں تردد ہوتا ہے جو اولیاے کرام کی کتابوں میں ثابت شدہ اصطلاح کو ان سے ناآشنا ہوتے ہوئے قصداً استعمال کرے، اور جو مناسب ہے، بلکہ اس کو اس سے روکنے کا وجوب متعین ہے، بلکہ یہ بعید نہیں کہ اگر تصوف صادق میں غیر مشہور شخص کو اولیا کے مشکل کلمات کے تکلم سے ممانعت کا قول کیا جائے، مگر اولیاے کرام کی جانب نسبت کرتے ہوئے، ان کلمات کے ظاہری مفہوم کا اعتقاد کیے بغیر، اس لیے کہ اس (کے تکلم میں) میں بہت سے مفاسد ہیں جو مخفی نہیں۔

یہاں دو اَمر ہیں:

(۱) شطحیات اولیاے کرام سے استدلال

(۲) اصطلاحات صوفیاے کرام کا استعمال۔

حضرات اولیاے کرام کی شطحیات سے استدلال درست نہیں۔ ان شطحی کلمات کو دلیل بنا کر کوئی دوسرا بھی اسی قسم کا کلام کہے تو وہ حکم شرع سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ حضرات اولیاے کرام قدست اسرارہم سے یہ کلمات حالت سکر میں صادر ہوتے ہیں اور حالت سکر میں حضرات اولیاے کرام غیر مکلّف ہوتے ہیں، اس لیے ان پر حکم شرع وارد نہیں ہوگا، جیسے بے ہوش یا مجنوں پر حکم شرع وارد نہیں ہوتا۔

شطحیات کی طرح حضرات صوفیاے کرام کی خاص اصطلاحات کا استعمال بھی دوسروں کے لیے ممنوع ہے۔ عام اصطلاح میں ان الفاظ کے معانی شریعت کے خلاف ہیں۔ جب غیر صوفیا اس کا استعمال کریں گے تو اس سے عام اصطلاح کی جانب ذہن متبادر ہوگا اور استخفاف بالدین یا اسی قسم کا کوئی فساد ظاہر ہوگا، اس لیے اولیاے کرام کی خاص اصطلاحات کا استعمال دوسروں کے لیے ممنوع ہوگا۔

شطحیاتِ اولیاے کرام و اصطلاحاتِ صوفیاے کرام سے متعلق حضرت علامہ مفتی ذوالفقار خاں نعیمی زید فضلہ نے شرح وبسط کے ساتھ حکم شرع بیان فرما دیا تھا۔ انہیں مفاہیم کی

تائید وتقویت کے لیے میں نے چند صفحات رقم کر دیا۔ مفتی ممدوح نے حضرت مجدد الف ثانی سرہندی (۹۷۱ھ-۱۰۳۴ھ)، محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) و دیگر علمائے معتمدین کے حوالہ سے اصطلاحاتِ صوفیائے کرام کے احکام پر مفصل کلام کیا ہے۔ میں نے اس امر کی وضاحت کی ہے کہ ان شطحیات کے سبب خود ان اولیائے کرام پر کیا حکم شرع وارد ہوتا ہے؟ دائرۂ شریعت سے کوئی صحابی، ولی، غوث وقطب، عالم ومحدث بلند تر نہیں۔ اسلام حاکم ہے، اور ماوشما محکوم ہیں۔

{الاسلام یعلو و لا یعلی}

(صحیح البخاری: باب اذا اسلم الصبی):

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم و الصلوٰۃ و السلام علیٰ حبیبہ الکریم و آلہ العظیم

☆☆☆

مصنف کی دیگر مطبوعات

۱۔فتاوی اُتر کھنڈ
۲۔فتوحات رضویہ
۳۔مقالات صدرالافاضل
۴۔مکتوبات صدرالافاضل
۵۔ثبت نعیمی عربی (تحقیق وتقدیم)
۶۔اسانید صدرالافاضل (اردو ترجمہ،تقدیم وترتیب)
۷۔رکعات نماز کا ثبوت
۸۔دفع الخمامہ عن احادیث العمامہ
۹۔فیضان رحمت (حاشیہ وتخریج وتحقیق)
۱۰۔انبیاے کرام گناہ سے پاک (تحقیق وتخریج)
۱۱۔حق کی پہچان (تخریج وتقدیم)
۱۲۔سبطینی اشکالات پر برکاتی جوابات
۱۳۔سیرت رسول عربی تاریخ کے آئینہ میں
۱۴۔معراج المومنین